جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○

العصر

پشاور
پاکستان

جنوری 2000ء

[illegible] سئول
[illegible] ام الرحمٰن

جامعہ عثمانیہ
نوتھیہ روڈ پشاور

اے بی سی آڈٹ بیورو نسر کولیشن کی مصدقہ اشاعت

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ العصر پشاور

مجلس ادارت
مدیر مسؤل
مفتی غلام الرحمٰن
نائب مدیر
مولانا ڈاکٹر حسن نعمانی

مجلس مشاورت
مولانا حسین احمد
مفتی مجم الرحمٰن

قانونی مشیر
جناب نثار خان ایڈووکیٹ

جلد نمبر ۶ شمارہ ۱۰

رابطہ فون و دفتر نمبر
۰۹۱-۲۷۳۵۶۱

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر - صوبہ سرحد پاکستان

جنوری 2000ء / شوال ۱۴۲۰ھ

زیر سرپرستی حضرت مولانا سید شیر علی شاہ زید مجدہم حضرت مولانا حکیم لطف الرحمٰن صاحب زید مجدہم

قیمت -/10 روپے

فہرست مضامین

جہادی تنظیموں پر پابندی کا مطالبہ	اداریہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمٰن	۶
نظریہ تعمیت اور لادینیت	قاری فیاض الرحمٰن	۱۲
دار الافتاء	مفتی غلام الرحمٰن	۲۴
پرویزیوں کو اجماع امت نے غیر مسلم قرار دے چکا ہے	عبد الخالق بھٹی	۳۹

پبلشر و دفتر: مفتی غلام الرحمان نے وحدت پرنٹنگ پریس خیبر بازار پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا

بدل اشتراک فی پرچہ ۱۰ روپے، سالانہ اندرون ملک ۱۰۰ روپے، بیرون ملک ۱۰ ڈالر کی قیمت

العصر اور آپ کی ذمہ داری

جن حضرات کی رکنیت کا ایک سال پورا ہو رہا ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ نئے سال کے لئے اپنا چندہ مبلغ -/100 روپے) سالانہ مقامی نمائندگان کے ذریعہ یا بذریعہ منی آرڈر دفتر ماہنامہ العصر کو بھیج دیں تاکہ اس گرتور مشکل۔ ناموافق فضا اور ابتدائی حالات کے ہوتے ہوئے العصر اپنا خوشگوار سفر جاری و ساری رکھ سکے

چندہ کے اختتام پر اطلاع دیئے ... طرف سے بذریعہ موصول نہ ہونے پر (وی۔پی) بھیجا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے۔

ادارہ العصر کے نمائندگان حضرات

1. خان بادشاہ ۔ سٹور سپروائزر چراٹ سیمنٹ فیکٹری پوسٹ بکس 28 ضلع نوشہرہ
2. مولانا فصیح الرحمان صاحب ۔ 229/A بلاک اے شیر شاہ کالونی کراچی 28
3. مولانا مفتی محمد لیئق ۔ منیر برادرز نیو روڈ منگورہ سوات
4. مولانا ضیاء الرحمان ۔ صاحب جنرل سٹور جان مارکیٹ وونڈی بازار جہانگیرہ ضلع نوشہرہ
5. شاہ نواز ... نعمت خان ضلع ہری پور ہزارہ
6. سید عالی ... نعمت خوشحال گروپ ضلع نوشہرہ
7. مولانا شمشاد ... ضلع مانسہرہ
8. قاضی محمد طیب ۔ مقام [illegible]
9. جناب محی الرحمان ۔ محی نور نیٹ مل روڈ [illegible]
10. مولانا خلیل احمد حقانی ۔ مقام ... ضلع بٹ گرام
11. مولانا خواجہ عبد الماجد صدیقی ۔ خانقاہ ایک بینار والی مسجد
12. مولانا مفتی محمد زاہد شاکر خطیب جامع مسجد صدیق اکبر محلہ پٹھان خیر آباد
13. حاجی محمد حسین ۔ حسین الیکٹرانکس ڈھیری باغبانان پشاور
14. مفتی دلیر شاہ ۔ مدرسہ عربیہ اظہار الاسلام پنڈی روڈ چکوال
15. قاری ولی احمد ۔ خطیب (پی ڈی اے) پشاور

Scanned with CamScanner

صدائے عصر

جهادی تنظیموں پر پابندی کا مطالبہ

اخباری اطلاعات کے حوالہ سے امریکہ اور برطانیہ کے وفود نے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف صاحب سے ملاقات کے دوران مطالبہ کیا ہے کہ کشمیری حریت پسند تنظیم حرکت المجاہدین پر پابندی عائد کرے - مزید بر اں پاکستان کو ان تمام گروپوں پر پابندی عائد کر دینی چاہیئے جو مسلح کاروائیوں میں ملوث ہیں-

معلوم نہیں اس مطالبہ پر حکومت کا کیا ردعمل رہا؟ گذشتہ حکومتوں کے کردار کی حوالہ سے یہ بعید نہیں کہ فوجی حکمران کسی سنجیدگی سے غور کرنے کی بجائے محض یورپ کی حمایت حاصل کرنے کے لئے اس مطالبہ کو مان لے کیونکہ عوامی نمائندہ کہلانے والی حکومت نے محض امریکہ کی خوشنودی کے لئے ایمل کانسی اور یوسف رمزی جیسے لوگوں کو امریکہ کو پیش کر کے اپنی حکومت کو دوام بخشنے کی نامراد کوشش کی جبکہ فوجی حکمران اس سے زیادہ حمایت حاصل کرنے کے محتاج ہے ہمارے خیال میں اگر حکومت نے کوئی ایسی بچکانہ حرکت کی اور اس مطالبہ کو عملی جامہ پہنایا تو یہ ناقابل معافی جرم ہو گا ایسا کوئی قدم اٹھانا جس سے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو ٹھیس پہنچے - یہ اسلامی تشخص ختم کرنے کے مترادف ہے اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے سے کم نہیں-

اگر دیکھا جائے تو کرہ ارض پر مسلمانوں کی عظمت کی داستانیں جہاد ہی کی وجہ سے زندہ ہیں آج اگر مسلمان دنیا میں ایک تہائی اکثریت کا دعویدار ہے تو یہ جہاد کی برکت ہے روس اور چین یا افریقہ اور اسپین میں اسلامی حکومتوں کی یادگاریں جہاد کیوجہ سے قائم ہیں اگر جہاد نہ ہوتا تو آج دنیا میں اسلام محض کتابوں تک محدود رہتا اور مسلمان قوم ایام ماضیہ کی مفلوک الحال قوم تصور ہوتی - جہاد مسلمانوں کا مذہبی ورثہ ہے قیامت تک کوئی یہ ختم نہیں کر سکتا جہاد کی اہمیت اس

سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدنی زندگی میں تریاسی جنگیں لڑیں جن میں پچپن سرایا میں صحابہ کرام بھیجے اور ستائیس غزوات میں بنفس نفیس شرکت کی-

یہ کوئی نیا مطالبہ نہیں بلکہ دشمنان اسلام کے ان مذموم مساعی کا تسلسل ہے جو روز اول سے اسلام کے خلاف چلے آرہے ہیں - بر صغیر میں جب انگریز نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کے اثرات دیکھ کر ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہوئے تو تمام تر محنت جہاد کے خلاف کی چنانچہ مسلمانوں کے خلاف غلام احمد قادیانی کو کھڑا کر کے ایک مصنوعی نبوت کی عمارت تعمیر کی جس نے مسلمانوں کو جہاد سے بدظن کرانے میں بڑا کردار ادا کیا لیکن الحمد للہ جلد ہی اس کی حقیقت مسلمانوں پر کھلی اور عالم اسلام نے متفقہ طور پ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا اج بھی یہی محنت کی جارہی ہے مختلف حیلے بہانے بنا کر جہاد کے خلاف فضا ہموار کرنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے لیکن انشاء اللہ تعالی یہ کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو گی-

یہ بڑی بد قسمتی ہے کہ امریکہ اور برطانیہ یا دیگر یورپی ممالک جہاد اور دہشت گردی میں فرق کرنے سے نابلد ہیں حالانکہ مسلمان خود دہشت گردی کے بڑے مخالف ہیں - اسلام دہشت گردی کو "فساد فی الارض" سے تعبیر کر کے حرام سمجھتا ہے - یہ دنیا اللہ تعالی کو بڑی پیاری ہے آپ نے اس کی تخلیق کی اور اس زمین پر کسی انسان پر بلا فرق امتیاز مذہب و عقیدہ ظلم و زیادتی کی اجازت نہیں دیتا ہے کوئی ایسی حرکت یا اقدام جس سے معاشرہ کا سکون و امن تباہ ہو "فساد فی الارض" شمار ہو کر خود اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے مترادف ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا اوتقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض ذلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم (المائدہ/۳۴)

ترجمہ :- بے شک یہی سزا ہے ان لوگوں کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ تعالی اور اس رسولؐ سے کہ

Scanned with CamScanner

ان کو قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں اور یا ان کو ملک بدر کیا جائے یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔اس آیت پر اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو انسان کا احترام کرتا ہے اور دنیا کے امن و سکون تباہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا اسلام ہر قسم کی دہشت گردی اور فتنہ و فساد کا مخالف ہے وہ ایک اسلامی معاشرہ میں غیر مسلم انسان کے حقوق کی اس پاسداری کا حامی ہے جو وہ کسی مسلمان کو دلوانے کی ترغیب دیتا ہے لیکن اس کے مقابلہ میں مسلمان اپنے مذہبی حقوق کا تحفظ ضروری سمجھتا ہے اور دنیا کو امن و امان کا درس دینا اپنا فریضہ سمجھتا ہے اس کی راہ میں جو رکاوٹ بنے یا خلل پیدا کرنے کی مذموم کوشش کرے تو اس سے نمٹنا مسلمانوں کی غیرت کا تقاضا ہے۔مسلمان خیر خواہی کے حسین جذبہ سے پوری انسانیت کو اس دائمی کامیابی کی دعوت دیتا ہے جس سے غیر مسلم دنیا خواب غفلت کا شکار ہے اس لئے جو کوئی اس دعوت پر لبیک کہے یا اس کی عظمت کا اقرار کرے تو مسلمان اس کی عزت و ناموس اور جان و مال کی حفاظت اپنا فریضہ سمجھتا ہے لیکن جو طاقت اس کی راہ میں رکاوٹ بنے یا اس سے الجھنے کی کوشش کرے تو پھر اس سے نبرد آزما ہونا مسلمان کا حق ہے۔

آج امریکہ اور برطانیہ ایک طرف پاکستان سے جہادی تنظیموں پر پابندی لگوانے کا مطالبہ کر رہا ہے لیکن یہ نہیں دیکھتا کہ آخر کار مسلمان اس میدان میں کلاشنکوف اٹھانے پر مجبور کیوں ہوئے؟ وہ کون سے حالات ہیں جن سے مجبور ہو کر مسلمان موت کو خوش آمدید کہہ رہا ہے اور اپنی پیاری زندگی قربان کر رہا ہے دور جانے کی ضرورت نہیں افغانستان یا کشمیر پر نظر دوڑائیں افغانستان میں مسلمانوں نے اس وقت ہتھیار ہاتھ میں لیا جب روس کے آدم خوروں نے افغان عوام پر جارحانہ قبضہ کی مذموم کوشش کی اور ایک مذہبی معاشرہ میں مادر پدر آزاد خیال معاشرہ کی ترویج کی کوشش کی کیا ایسے وقت میں اپنی عزت و ناموس اور مذہب و عقیدہ

کے تحفظ کے لئے ہتھیار اٹھانا جرم ہے ؟اگر یہ واقعی یورپ کی نظر میں جرم ہو تو پھر مسلمانوں کو اس میدان میں سنگین مجرم بننے پر فخر ہے اور ہمیشہ کے لئے یہ ہوتا رہے گا۔یا مقبوضہ کشمیر میں آئے دن مسلمانوں پر ظلم و ستم کے نئے نئے تجربے کے خلاف آواز اٹھانا جرم ہو یا دہشت گردی ہو تو پھر مسلمانوں کو اس دہشت گردی سے بھاگنے کی کوئی راہ نظر نہیں آئی امریکہ اور برطانیہ کو ظلم و ستم کا رد عمل دہشت گردی نظر آتا ہے لیکن خود ظلم و ستم ان کے نزدیک عین انصاف بنا ہوا ہے۔ہمیں تو یہ یقین نہیں آتا کہ امریکہ مسلمان تو در کنار بلکہ انسانیت کا خیر خواہ نہیں آج پوری دنیا میں دہشت گردی کا جو بازار گرم ہے اس کا بڑا مجرم خود امریکہ ہے عراق کے نہتے عوام پر ایٹمی ہتھیاروں کی حملے افغانستان سے اقتصادی مقاطعے ، عربوں کے خلاف اسرائیل کی حوصلہ افزائی یہ امریکہ کی وہ کھلی دہشت گردی ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فوجی حکمرانوں کو اس بارے میں دوٹوک موقف اختیار کرنا چاہئے اگر کہیں حکومت نے کوئی ایسی حرکت کر کے جہادی تنظیموں کے خلاف اقدامات کئے تو یہ اپنے دشمن بھارت کو سنہری موقعہ فراہم کرنا ہے آج بھارت کے خلاف ہماری فوج کا ماٹو جذبہ جہاد ہے۔

ہی ہماری شناخت ہے اور یہی ہماری زندہ رہنے کا ضامن ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر

غلام الرحمٰن عفی عنہ
۲۱/۱۰/۲۰۰۱ء

محاسن القرآن

واذ قال ربك للملائكة انی جاعل فی الارض خلیفة – قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال انی اعلم مالا تعلمون O

ترجمہ: اور جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں انہوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کرتا ہے جو اس میں فساد پھیلائے اور خون ریزیاں کیا کرے حالانکہ ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو اللہ تعالی نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے

محاسن

ظاہری انعامات کے بعد معنوی احسانات کا تذکرہ ہو رہا ہے اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کر کے پوری کائنات اس کے سامنے مسخر کی ہر چیز میں اس کا کوئی نہ کوئی فائدہ رکھ کر اس کو استفادہ کا موقعہ فراہم کیا پھر اس سلسلہ سے انعامات کی تکمیل کی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ قرار دیکر اس سے معنوی عظمتوں سے نوازا۔ فرشتوں پر انسان کا مقام واضح کیا اور ابلیس کو انسان دشمنی کی وجہ سے اپنے دربار سے ذلیل و خوار کر کے نکالا۔ یہی اس کی عظمت کی نشانی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ قرآن میں اس کے علاوہ سورۃ اعراف، سورۃ حجر، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ کہف، سورۃ طہ اور سورۃ ص میں بیان ہوا ہے ان سات جگہوں میں ذکر سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسان اللہ تعالی کے دربار میں ایک خاص مقام رکھتا ہے جس شیطان نے اس کی دشمنی میں رات دن ایک کیا ہوا ہے اور کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے

نہیں دیتا انسان کو چاہئیے کہ وہ اپنا مقام پہچانے اور شیطان کے دھوکہ میں کبھی نہ آئے یہاں سے یہ بھی واضح ہے کہ کرہ ارض پر تین قسم کی مخلوق خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن میں ایک فرشتے ہیں جو اللہ تعالی کی نورانی مخلوق ہے ہمہ وقت اور ہمہ تن اللہ تعالی کی عبادت میں مصروف رہتی ہے کسی حکم کی عدولی اور خلاف ورزی کے بارے میں نہیں سوچتی ہیں- یہی وہ مقدس مخلوق ہے جو انسان اور اللہ تعالی کے درمیان پیغام رسانی کی ذمہ داری سرانجام دیتی ہے -اس کے مقابلہ میں دوسری مخلوق جنات کے نام سے موسوم ہے آگ سے اس کی پیدائش ہے زمین کی پیدائش کے بعد حضرت آدم سے قبل زمین ان کے حوالہ تھی-

ابلیس جس کی نسل سے شیطان ہے اور جس کی زندگی کا منشور انسانی عداوت ہے اس مخلوق سے تعلق رکھتا ہے اور تیسری قسم مخلوق انسان ہے جس کو مجموعی طور پر تمام کائنات پر برتری حاصل ہے اور اس کی عظمت سے دنیا آباد ہے اور اس کی وجہ سے رب کائنات کی قدرتوں اور صفات کا مشاہدہ ہوتا ہے-

چونکہ فرشتے اللہ تعالی کے دربارے خاص خدام ہیں اس لئے اللہ تعالی نے حضرت آدم کی تخلیق سے قبل اس کی پیدائش کا تذکرہ فرشتوں سے کیا کہ میں کرہ ارض پر ایک خلیفہ کا تقرر کرنے والا ہوں جو اس نظام کو سنبھالے گا اس دنیا کی رعنائی اور تروتازگی میرے اس نمائندہ کی وجہ سے قائم رہے گی- فرشتوں نے ذمہ داری کا احسان کر کے اپنے ظرف کے مطابق اس حقیقت کا اظہار ضروری سمجھا کہ اے رب کائنات کیا تو زمین میں ایسی مخلوق کی تقرری کر رہے ہیں جس سے زمین میں فتنہ و فساد برپا ہوگی اور خون ریزی ہوگی جبکہ تیری عبادت کا فریضہ ہم سرانجام دے رہے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا خلیفہ کے تقرر میں جو خوبیاں مجھے نظر آتی ہیں وہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہیں اور تمہیں نظر نہیں آتی

آیت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم کی پیدائش کا معاملہ فرشتوں کے سامنے کیوں رکھا اور ان سے پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی ؟ پھر

Scanned with CamScanner

فرشتوں نے ایسا جواب کیوں دیا جس سے بظاہر اپنی عظمت اور انسان کی تحقیر مترشح ہے۔

فرشتوں سے پوچھنے کی حقیقت

اللہ تعالی نے جہاں فرشتوں سے حضرت آدم کی تخلیق کا تذکرہ کیا اور ان کی رائے لی اس سے اگرچہ مشورہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے لیکن مشورہ کا جو بنیادی مقصد انسانی معاشرہ میں ہوتا ہے وہ یہاں نظر نہیں آتا۔ مشورہ عموماً اس لئے لیا جاتا ہے تاکہ کوئی معقول تجویز سامنے آئے اور کسی ایسی حقیقت تک رسائی ہو جو مشورہ لینے والے سے مخفی ہو اللہ تعالی چونکہ "علامہ الغیوب" ہے اس لئے یہاں پر ممکن نہیں کہ فرشتوں کی رائے آنے سے کسی ایسی صورت کی نشاندہی ہو سکے جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہ ہو اور نہ اس کی گنجائش ہے کہ مشورہ دینے والوں کی معقولیت یا اکثریت سے اللہ تعالی کا حکم متاثر ہو۔ بلکہ اس حقیقت کے اظہار سے حضرت آدم کی عظمت کا منوانا ہے تاکہ فرشتوں اور دوسری مخلوق پر انسان کی کرامت ظاہر ہو عملی طور پر یہ جان سکے کہ کرہ ارض کی خلافت جہاں انسان کو مل رہی ہے اس میں اللہ تعالی کی کرم نوازی کے علاوہ خود اس کی اہلیت کا بھی دخل ہے۔ چونکہ یہ صلاحیتیں فرشتوں میں مفقود ہیں اس لئے ان کو یہ مقام نہ مل سکا۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ فرشتے ایک غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ "لن یخلق ربنا اُکرم منا" اللہ تعالیٰ سے ہم قریب ہیں ہم سے بڑھ کر کوئی عزت والی مخلوق اللہ تعالی پیدا نہیں کرے گا اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے اللہ تعالی نے حضرت آدم کی عظمت ان پر ظاہر کر دی کہ تم سے بہتر مخلوق پیدا کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن پھر بھی تمہاری تابعداری اور انقیاد اس سے متاثر نہیں ہو گی۔

فرشتوں کے جواب کی حقیقت۔

اللہ تعالی کی پوچھنے پر فرشتوں نے جو جواب دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جواب فرشتوں کی عبادت گزاری اور انسان کی کمزوریوں کے اظہار پر مشتمل ہے کہ اے اللہ تعالی تو ایسی مخلوق

یہ ذمہ داری سونپ رہا ہے جو زمین میں فساد کرے گی اور ایک دوسرے کی خون ریزی کر کے معاشرہ کے نظام امن کی تباہی کا سبب بنے گی جبکہ ہم تیری عبادت میں رات و دن مشغول ہیں تیری عظمت اور کبریائی بیان کرتے ہیں ان صفات سے تیری برات بیان کرتے ہیں جو تیری شان کے مناسب نہ ہوں اور وہ صفات تیرے لئے ثابت کرتے ہیں جو تیری عظمت کے مناسب ہوں۔

فرشتوں کے اس جواب میں کسی انفرادیت یا حسد آمیز رویہ کی پہلو نکالنا قرآن کے سیاق و سباق کے حوالہ مناسب نہیں اور نہ اس سے فرشتوں پر کسی انسان دشمنی کا الزام عائد کیا جا سکتا ہے یہی وہ حقیقت تھی جو ان کو نظر آئی ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کے پوچھنے پر جوبات ان کو درست معلوم ہوئی اس کا اظہار ان کا فریضہ منصبی تھا کہا جاتا ہے کہ فرشتوں پر یہ حقیقت کیسے کھلی کہ انسان فتنہ و فساد اور خون ریزی کا علمبر دار ہو گا؟ مفسرین فرماتے ہیں کہ کرہ ارض پر آدم سے قبل جنات رہ رہے تھے ان کا کردار ان کے سامنے تھا۔ اس لئے ان پر قیاس کر کے فرشتوں نے اس کی پیدائش پر یہ جائزہ مرتب کیا ہو قیاس سے کسی نتیجہ پر پہنچنا مفید ہوتا ہے اس لئے فرشتوں نے اس کو بروئے کار لایا یہ الگ بات ہے کہ یہاں پر فرشتوں کا قیاس نتیجہ خیز نہیں رہا۔ کیونکہ مقیس اور مقیس علیہ میں کوئی علت مشترکہ نہیں پائی جاتی جنات یقیناً ان خوبیوں سے عاری تھے جن خوبیوں سے انسان کو لیث کر کے زمین کی خلافت حوالہ کی گئی چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا جو کچھ میرے سامنے ہے وہ تم نہیں جانتے ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں نے یہ جائزہ خود لفظ "خلیفہ" سن کر مرتب ہو گیا کیونکہ خلیفہ کی ضرورت تب محسوس ہوتی ہے جب معاشرہ میں فتنہ و فساد اور خون ریزی ہو اگر نظام میں کوئی خرابی نہ ہو تو فیصلہ کرنے والے کی ضرورت کیا ہے۔ "خلیفہ" کا عنوان ہی اس حقیقت کی شناسائی کا ذریعہ رہا چونکہ فرشتے خود ان سے مبرا تھے اس لئے ان کو انسان میں وہی کمزوریاں چمک کر نظر آئیں ظاہر ہے کہ جب انسانی کمزوریوں کا مشاہدہ کیا تو اپنے محاسن پر نظر جمنا اس کا طبعی نتیجہ

تھا ایسے تقابل کے وقت اس کے بغیر اور کوئی چارہ نہ رہا کہ فرشتے "نحن نسبح بحمدك ونقدس لك" سے اپنا مقام واضح کرے حق گوئی یا اظہار حقیقت کے علاوہ کسی دوسرے میں کمزوریوں کے مشاہدہ پر اپنے محاسن اور خوبیوں کا اظہار غیر اختیاری امر ہے جس پر شکر گزاری کا موقعہ بھی میسر ہوتا ہے اس لئے فرشتوں کے جواب میں کوئی عجب نہیں پایا جاتا- پھر انسان میں اگرچہ ان دو کمزوریوں کے علاوہ اور بھی کمزوریاں تھیں لیکن خلافت کے منصب پر فائز ہو کر ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرنا، معاشرہ میں فتنہ و فساد برپا کرنا اور کسی کا خون ناحق گرانے سے بڑھ کر اور کوئی ظلم نہیں اس لئے فرشتوں نے اللہ تعالی کے دربار میں ان دونوں کی نشاندہی کی-

انسان کی عظمت کا راز

اللہ تعالی نے انسان کے خمیر میں کچھ ایسی خوبیاں رکھی ہیں جن کی وجہ سے معرفت الہی کے رموز اس پر کھلتے ہیں دوسری مخلوق ان سے محروم ہے یہ ضروری نہیں کہ اولاد آدم کے ہر فرد میں اس کا مشاہدہ ہو چنانچہ انبیاء اور اولیاء یعنی خواص امت میں وہ استعداد اپنے عروج پر ہوتی ہے اس لئے ان خوبیوں کا بہترین مشاہدہ خواص امت کے کردار میں ہوتا ہے اور خواص امت ایسے وقت میں ایسے مقام پر پہنچتی ہے جس تک رسائی عام لوگوں کے دائرہ اختیار سے باہر ہوتی ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں- اللہ تعالی نے فرمایا-

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن

میری کبریائی اور عظمت سے میری زمین و آسمان عاجز رہا لیکن میرے مومن بندے کے دل نے اس کو سما سکا-

ان کے علاوہ دوسری طرف فطرت انسانی کی کچھ کمزوریاں بعض انسانوں پر غالب رہتی ہیں- جس سے انسان معاشرہ میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کرتا ہے فرشتے چونکہ خود ان کمزوریوں سے مبرا ہیں اس لئے ان کو "خلیفہ" کے عنوان میں فتنہ و فساد اور خون ریزی نظر آئی- اللہ تعالی

نے فرمایا اس کی خوبیوں سے تم نابلد ہو اور میں نے انسان کو یہ مقام اس وجہ سے دلولیا کہ اس میں دوسری خوبیاں ظاہر ہوں گی ظاہر ہے کہ طبعی اور فطری کمزوریوں کے باوجود خوبیوں والا کردار رکھنا بڑی عظمت ہے-

اسلام کا نظام خلافت

امام قرطبی فرماتے ہیں- اس آیت کی روشنی میں کرہ ارض پر مسلمانوں کے معاملات اور تنازعات کے فیصلہ کے لئے کسی خلیفہ کی تقرری ضروری ہے تاکہ وہ معاشرہ میں امن و سکون کی فضا قائم کرے اور ظلم و زیادتی کی انسداد کرے اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے انصاف پسند معاشرہ کے قیام کے لئے اسلام کے آفاقی نظام کے علاوہ کوئی متبادل نظام نہیں پایا جاتا اگرچہ لوگ آج کل خود ساختہ نظام کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں کہیں جمہوریت اور کہیں سرمایہ دارانہ نظام اپنی نجات کا پیغام سمجھتے ہیں حالانکہ مدتوں گزرنے کے باوجود ان خود ساختہ نظام سے مخلوق کی قسمت نہ بدل سکی اسلام کا نظام حیات اپنے انفرادی تشخص کا حامل ہے اس کو جمہوریت یا شخصی حکومت کا خوشہ چین سمجھنا اس نظام سے ناواقفیت کی دلیل ہے- مروجہ نظام ہائے حیات جدید دور کی پیداوار ہیں ان میں کئی وہ نکات شامل ہیں جو اسلام کے نظام سے لئے گئے ہیں اس لئے بسا اوقات لوگ دھوکہ کے شکار ہوئے ہیں کہ اسلام کہیں اس نظام سے زیادہ قریب ہے یوں اسلام کے نظام حیات کا مستقل تشخص مجروح کر دیتے ہیں حالانکہ اسلامی نظام کا مطالعہ کسی دوسرے نظام سے قطع نظر کرکے کیا جائے تو اس سے اس کی عظمت ظاہر ہوتی ہے-

تاہم یہ سوال قابل توجہ ہے کہ اسلامی نظام کے تحت کسی خلیفہ کے تقرر کے لئے کیا طریقہ کار اپنایا جا سکتا ہے؟ اس میں بنیادی طور پر عوام کی بھلائی اور فلاح منظور نظر ہے جو بھی صدق دل سے عوام کی خدمت عبادت سمجھ کر کرے- اقتدار سے ذاتی حرص و لالچ یا ذاتی مفادات کا تحفظ مقصود نہ ہو اور اللہ تعالی کے قائم کردہ نظام حیات کی تنفیذ اس کا مقصد ہو تو جس ذریعہ

Scanned with CamScanner

استاذ القراء
قاری فیاض الرحمٰن علوی

نظریہ قومیت (نیشنل ازم) اور لادینیت (سیکولرازم)

مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر میں

گزشتہ دنوں اخبارات میں اے این پی کے مقتدر رہنما، محترم حاجی غلام احمد بلور صاحب کا ایک بیان بعنوان - مولانا حسین احمد مدنی اور ابوالکلام آزاد بھی سیکولرزم کے حامی تھے اور نظریہ قومیت پر یقین رکھتے تھے - ایک اخبار نویس نے ٹیلی فون پر مجھ سے اس بارے میں معلومات حاصل کیں - دوسرے دن دیکھا تو حاجی بلور صاحب کا بیان جلی سرخی سے اخبارات میں چھپا ہوا تھا - اور اسی کے ساتھ قدرواضح میرا بیان بھی لگایا گیا - مگر اخبارات کے نمائندہ نے ٹیلی فون کی بات کو من وعن نقل نہ کرسکنے کی وجہ سے میرا بیان مبہم سا شائع ہوا البتہ اس سے اتنا محسوس ضرور ہوا کہ میں نے حاجی بلور صاحب کی بات کی تردید کی ہے - اس کے پیش نظر مدرسہ کی چھٹیوں کی وجہ سے فرصت کے ان ایام میں اس موضوع پر قدر تفصیل سے لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں تاکہ غلط فہمی کے شکار اذہان کی اصلاح ہو جائے -

سب سے پہلے مولانا ابوالکلام آزاد کے نظریات کو اجاگر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اس لئے کہ مولانا کا تعلق جمعیت علماء ہند سے بھی رہا اور آزادئ ہند کی خاطر کانگریس میں بھی باقاعدہ شمولیت اختیار کی بلکہ کئی بار ان کے صدر منتخب ہوئے اور انگریز استعمار کے خلاف جہاد آزادی کی جدوجہد میں دس سال سات ماہ یعنی ستر برس کی مجموعی زندگی کے حساب سے ہر ساتواں دن زندان میں گزرا - مولانا ظفر علی خان نے آپ کی مجتہدانہ صلاحیت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا -

جہان اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہوئی
تجھے اگر ہو پوچھنا تو پوچھ ابوالکلام سے

نظریہ قومیت کے بارے میں مولانا کے خطبہ صدارت کانگریس رام گڑھ 1940ء سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو

اسلام اور نظریہ قومیت کے بارے میں مولانا مرحوم کا موقف یہ تھا -

"میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں - اسلام کے تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں - میں تیار نہیں ہوں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں - اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم وفنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں - بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے - لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا، اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی - بلکہ وہ اس راہ میں میری راہنمائی کرتی ہے -

میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں - میں ہندوستان کی ایک ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک ایسا عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے میں اس کی تکوین (بناوٹ) کا ایک ناگزیر عامل Factor ہوں - میں اس دعوی سے کبھی دستبردار نہیں ہو سکتا----------

ہم اپنے ساتھ کچھ ذخیرے لائے تھے اور یہ سرزمین بھی اپنے ذخیروں سے مالا مال تھی - ہم نے اپنی دولت اس کے حوالے کردی اور اس نے اپنے خزانوں کے دروازے ہم پر کھول دیے ہم نے اسے اسلام کے ذخیرے کی وہ سب سے زیادہ قیمتی چیز دے دی جس کی اسے سب سے

Scanned with CamScanner

ہم نے اسے جمہوریت اور انسانی مساوات کا پیام پہنچادیا تاریخ کی پوری گیارہ صدیاں اس واقعہ پر گزر چکی ہیں اب اسلام بھی اس سرزمین پر ویسا ہی دعوی رکھتا ہے- جیسا دعوی ہندو مذہب کا ہے- اگر ہندو مذہب کئی ہزار برس سے اس کے باشندوں کا مذہب رہا ہے تو اسلام بھی ایک ہزار برس سے اس کے باشندوں کا مذہب چلا آتا ہے جس طرح ایک ہندو فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ وہ ہندوستانی ہے اور ہندو مذہب کا پیرو ہے- ٹھیک اسی طرح ہم بھی فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ہندوستانی ہیں اور مذہب اسلام کے پیرو ہیں "-

(نیشنل تحریک- قلمی، ۹، ۱۹۳۹ء سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں)

"دفاعی قومیت اسلام کے منافی نہیں البتہ ججوحی (جارحانہ) قومیت اسلام کے منافی ہے- مگر اس وقت ہماری جدوجہد میں سوال جارحانہ قومیت کا نہیں بلکہ دفاعی قومیت کا ہے یعنی اس وقت ہمارے سامنے ہندوستان کو غاصبوں کے چنگل سے نجات دلانے کا سوال ہے- سو اس امر میں مسلمان کو ہندو کے ساتھ ایک قوم بن کر دفاع کی کوشش سے پرہیز نہیں کرنا چاہیے- ترکی اور ایران وغیرہ میں قومیت اور وطنیت کے نام پر جو کچھ کیا گیا- وہ ہمارے لئے کسی طرح قابل تقلید نہیں، ہمیں یہاں رہ کر ہندوستانیت اور اسلام دونوں کے رشتوں کو باقی رکھنا ہے اور یورپ کی قوموں کی طرح ہم ایک لمحہ کے لئے اسلام کے اس وسیع رشتہ کو جو ہمیں دنیا کے کروڑوں مسلمانوں سے وابستہ کرتا ہے ہندوستانی قومیت کے اندر فنا نہیں کر سکتے- مسلمانوں کو صاف طور پر چلا کر اور پکار کر یہ اعلان کر دینا چاہئے اور اس اعلان کو ہر در و دیوار پر نقش کر دینا چاہیے کہ وہ ہندویت میں جذب ہونے کے لئے ایک لمحے کے واسطے بھی تیار نہیں- بحیثیت مسلمان ان کی جو قومی خصوصیات ہیں اس کو وہ نہ صرف باقی رکھیں گے بلکہ ان کو ترقی دیں گے-

کانگریس میں شریک ہونے اور آزادی ہند کی جدوجہد میں اپنے ہندو ہم وطنوں کے دوش بدوش چلنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ مسلمان اپنے امتیازی ملی خصائص کو خیرباد کہہ دیں

اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کے سمندر میں جداگانہ ملی عنصر کو محو کر کے رکھ دیں- ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئیے اور نہ انشاء اللہ ایسا ہوگا

ہم کو ہندوستان میں ایک ممتاز عنصر بن کر تو ضرور رہنا چاہیے لیکن ایک مخالف اور جنگجو عنصر نہ بننا چاہیے بلکہ ہندوستان کی ملی جلی مشترک زندگی میں ایک ممتاز مگر ہم آہنگ جزو کی طرح رہنے کی کوشش کرنی چاہیے- گویا قومیت کے نظریے کو اس حد تک تسلیم کر لینا چاہیے جہاں تک ہمارے ملی خصائص کو محفوظ رکھ کر اسے تسلیم کیا جاسکتا ہے-

میں نے مسلم لیگ کے ذمہ دار افراد سے کہا تھا کہ وہ یکے بعد دیگرے یہ تین مقدمات مان لیں تو پھر لیگ اور کانگریس کا سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا، یعنی (۱) آزادی کامل (۲) اس کے حصول کے لئے کانگریس کے دوش بدوش جدوجہد اور (۳) مسلم حقوق کے تحفظ کے لئے مسلم لیگ کو ایک جداگانہ جماعت کی حیثیت سے قائم رکھنا-

اگر مسمان اس پر یقین رکھتے ہیں کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد ہندو اقتدار ان کے لئے نقصان رساں ثابت ہوگا- تو یہ چیز پیکٹ Pact کر لینے کے بعد بھی باقی رہتی ہے پیکٹ Pact کر لینا اس خطرے کو ہرگز دفع نہیں کر سکتا- لیکن مجھے مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں ذرا بھی مایوسی نہیں ہے- میں سمجھتا ہوں کہ جو قوم خیبر سے قسطنطنیہ تک ایک ایسی لمبی سڑک رکھتی ہے جس میں ایک انچ بھی غیر مسلم اقتدار کے زیر اثر نہیں- وہ قوم کبھی نقصان میں نہیں رہ سکتی اور نہ اس کی امتیازی ملی حیثیت فنا ہو سکتی ہے-

مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ اور متحدہ قومیت

"جنوری 31 کے احسان میں میری تقریر کے سیاق و سباق کو حذف کر کے عام مسلمانوں کو ورغلانے کی کوشش کی گئی اور یہ تاثر دیا گیا ہے کہ میں نے مذہب و ملت کا دار و مدار وطنیت کو قرار دیا ہے جو بالکل افترا ہے اور دجل ہے- حالانکہ میری تقریر کا بڑا حصہ انصاری اور تیج میں شائع ہوا ہے اس کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا اور زمیندار- انقلاب وغیرہ نے اپنے دلوں

کی خوب بھڑاس نکالی-احسان نے مجھ سے منسوب کیا کہ میں نے کہا ہے کہ موجودہ زمانہ میں قومیت کی اساس وطن پر ہوتی ہے-حالانکہ یہ بھی غلط ہے-شملہ کی چوٹیوں اور نئی دہلی سے تعلق رکھنے والے ایسے افترا اور اتہام کرتے رہتے ہیں اس قسم کی تحریفیں اور سب وشتم ان کے فرائض منصبیہ میں سے ہے مگر سر اقبالؒ جیسے متدین ومہذب شخص کا ان کی صف میں آجانا تعجب خیز امر ہے-

هنيئا مريئا غير داء مغاصراً — اعزة من اعرضنا استحلت

مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں-

میں نے موجودہ زمانہ کی روش کی حکایت بیان کی ہے کہ قومیں وطنیت سے بنتی ہیں یہ موجودہ زمانہ کی ذہنیت ونظریت ہے-مشورہ یا حکم نہیں-اصل حقیقت یہ ہے کہ میں نے تقریر میں ہندوستانیون کو اور بالخصوص مسلمانوں کو انگریزوں سے جو پریشانیاں تکلیفیں-ذلتیں پہنچی ہیں انکو گنوایا ہے کہ ساری دنیا بلا تفریق مذہب ہندوستانیوں کو غلامی کی وجہ سے ذلیل سمجھتی ہے-

باہر دنیا کے لوگ-ہندوستان کو مسلمان-ہندو-سکھ یہودی پارسی وغیرہ کے مذہبی یا نسلی یا صفتی فرق سے نہیں بلکہ سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتی ہے اور ہندوستانیوں کے لئے ذلیل ترین قوانین اپنے ممالک میں بنائے جاتے ہیں-آسٹریلیا-کینیڈا-فجی-نیروبی-امریکہ وغیرہ ہندوستانی باشندوں کو شہری حقوق سے محروم رکھتے ہیں-

جبکہ آزاد ملکوں سے وہ ایسا نہیں کرتے کوئی یورپین ملک ہماری آواز کی طرف رخ نہیں کرتا-لہذا متحدہ طور پر جلد از جلد ہندوستان کو آزاد کرائیں-اگر میری اس تقریر کو خلاف دین و امانت شمار کیا جاتا ہے تو اعلان کرتا ہوں کہ میں اس کو فریضہ سمجھتا ہوں- فذالك ذنب لست منه اتوب

یہ ایسا گناہ ہے جس سے میں توبہ نہیں کر سکتا"-

از اسیر مالٹا اور علامہ اقبال

چونکہ مسلم لیگ سے وابستہ حضرات برابر پروپیگنڈا کر رہے تھے-اور علامہ اقبال مرحوم کے کان بھر کر حضرت مولانا کی شان کے خلاف کچھ اشعار بھی کہلانے کا سبب بنے تھے چنانچہ علامہ اقبال نے اس غلط پروپیگنڈہ کا سدباب کرتے ہوئے احسان 28 مارچ 1938ء میں اپنا تردیدی بیان شائع کیا-ملاحظہ فرمائیں

"مولانا حسین احمد مدنی کے خط کے اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلمانان ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دیا لہذا میں اس کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا-میں مولانا کے ان عقیدت مندوں کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے سلسلہ میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں-خدائے تعالی ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید کرے نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں"-محمد اقبال

(جمعیت العلماء ہند جونپور کا اجلاس منعقدہ 87 جون 1940ء زیر صدارت مولانا حسین احمد مدنی صدارتی خطبہ کا اقتباس متحدہ قومیت سے متعلق ملاحظہ فرمائیں)-

ہم باشندگان ہندوستان بحیثیت ہندوستانی ہونے کے ایک اشتراک رکھتے ہیں-جو کہ اختلاف مذاہب اور اختلاف تہذیب کے ساتھ ہر حال میں باقی رہتا ہے-جس طرح ہماری صورتوں کے اختلافات ذاتوں کے اور صفتوں کے تبائن-رنگتیں اور اقامتوں کے اختلافات سے ہماری مشترکہ انسانیت میں فرق نہیں آتا-اسی طرح ہمارے مذہبی اور تہذیبی اختلافات ہمارے وطن کے اشتراک میں خلل انداز نہیں ہوتے-ہم سب وطنی حیثیت سے ہندوستانی

ہیں لہٰذا وہ محض منافع کے حصول اور معاشروں کے زوال کی فکر اور اس کے لئے جدوجہد مسلمانوں کو بھی اسی طرح فرض بتاتا ہے جس طرح دوسری ملتوں اور غیر مسلم قوموں کا اس کے لئے سب کوشش کرنا ضروری ہے۔ اگر آگ لگنے کے وقت تمام گاؤں کے باشندے آگ نہ بجھائیں گے۔ سیلاب آنے کے وقت تمام گاؤں کے باشندے بند نہ باندھیں گے تو تمام گاؤں تباہ ہو جائے گا۔ اور سب کی زندگی پامال ہو جائے گی۔

اسی طرح کسی ملک کے باشندوں کا خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان ہوں یا سکھ یہ بنیادی فرض ہے کہ ملک پر جب کوئی عام مصیبت پڑ جائے تو مشترکہ قوت سے اس کو دور کرنے کی جدوجہد کریں اس طرح کے اشتراک عمل کے فرائض سب پر عائد ہوتے ہیں۔ مذاہب کی اختلاف سے اس میں کوئی رکاوٹ یا کمزوری نہیں ہوتی۔ ہر ایک اپنے مذہب پر پوری طرح قائم رہ کر اپنے فرائض کو انجام دے سکتا ہے یہی اشتراک ہے جو مل کر رہنے والوں میں مشترکہ ہو کر ان کو تحفظ اور خوشحالی میں پہنچاتا ہے۔

اور مختلف مذاہب جمہوری فرائض شہری حقوق و ملک کو انجام دیتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں یہی معنی اس جگہ متحدہ قومیت کے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے معنی جو لوگ سمجھ رہے ہیں وہ غلط اور ناجائز ہیں۔ اسی معنی کی بناء پر کانگریس نے تمام اقلیتوں کو ان کے مذہب اور تہذیب اور زبان اور ... کے تحفظ کا اعلان کیا ہے۔ اس کے خلاف یورپین لوگ قومیت متحدہ کے جو معنی سمجھتے ہیں یا کانگریس کا منشاء انفرادی طور پر کانگریس کے ... کے مفہوم کے خلاف بیان کرتے ہوں تو ان سے قطعاً جمعیت علماء بیزار ہے اور نفرت کرتی ہے۔

ص 43 ص 44

نظریہ قومیت و نیشنلزم

اس کے بعد ایک طبقہ نے جس کا قیادت یورپ کر رہا ہے قومیت متحدہ کو ایک الحادی فلسفہ کی شکل دی

میکاولی۔ انسانی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ریاست کی حفاظت و ترقی کو قرار دیتا ہے۔ اور مذہب و اخلاق کو اس کی ترقی و حفاظت کے لئے صرف ایک خدمت گار کی جگہ پر رکھتا ہے۔ اگر ریاست کی مفادات کا تقاضا ہو تو مکر و فریب۔ جھوٹ۔ قتل و غارت ظلم و زیادتی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ یورپین قوموں نے میکاولی کے فلسفہ کو پورے طور پر قبول کرتے ہوئے ان کے سیاستدانوں نے یہی روش اپنائی ہے۔ وہ جو مذہب۔ اخلاق۔ نیکی۔ تہذیب۔ عدل۔ انسانی حقوق۔ آزادی وغیرہ کا نام لے کر دوسری قوموں پر ہر قسم کے مظالم روا رکھتے ہیں وہ اسی فلسفہ کے اثرات ہیں۔ اور یہی طریقہ ایشیاء میں بھی ان کے شاگرد سیاستدان اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جھوٹ دغابازی۔ مکر و فریب کو سیاست کا جزو لاینفک سمجھتے ہیں ایسے سیاستدان ڈپلومیسی اور پروپیگنڈا کا نام دیکر ایک فن قرار دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہر قوم اپنے مفادات کی حفاظت کو ضروری سمجھتی ہے اور دوسری قوموں کا استحصال کیا جاتا ہے اور ان کے مفادات کو پامال کیا جاتا ہے۔ جس سے مختلف قوموں کے مابین رقابت اور نفرت کے جذبات پیدا ہو کر عالمی جنگوں کا سبب بنتے ہیں۔ اور انسانیت کی ہلاکت کے لئے ایٹمی جنگوں کے خطرات پیدا ہو رہے ہیں۔

قوم پرست اور نیشنلسٹ

اپنی قوم کو خاص جغرافیائی حدود کی وجہ سے یا کسی خاص زبان کی وجہ سے یا کسی خاص نسل سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ایک مقدس حیثیت دیتے ہیں اور اپنی ساری زندگی کا مدار اور محور اور مقصد حیات تصور کرتے ہیں۔ اس کا مرنا۔ جینا۔ چاہنا سب اسی مقصد کے لئے وقف ہوتا ہے۔ ان کے تمام افعال سے معاملات اور سارے مساعی۔ تعلیم۔ اخلاق۔ قانون۔ سیاست معیشت اور اقتصادی زندگی سب اسی تصور کے تحت تشکیل پاتے ہیں۔ گویا کہ ان کا اصلی معبود یہی تصور ہوتا ہے اگرچہ بظاہر وہ کسی مذہب سے اپنے کو وابستہ ظاہر بھی کرتے ہوں حقیقتاً ان کا خدا و مذہب سے صرف اسی قدر تعلق ہوتا ہے جب ایسا موقع آ جائے کہ مذہب ان کے قومی

مفادات سے مزاحم ہو تو وہ مذہب اور خدا سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں - اور ایسے موقعوں میں اخلاقی قدروں - انسانیت - نیکی - عدل - حریت - عہد کی پابندی - حریت کے سارے تقاضوں کو ٹھکرا کر اپنے سیاسی تصور کا ساتھ دیتے ہیں اسی وجہ سے وہ اپنے کو سیکولر کہتے ہیں -

میکاولی اور مذہب

میکاولی مذہب کو ریاست و قومیت کے استحکام کے لئے جذباتی طور پر استعمال کرنے کے حق میں ہے - اس سے بڑھ کر ان کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں - وہ لکھتا ہے -

"ایک عقلمند حکمران کو چاہیے کہ جب دیکھے کہ عہد کی پابندی اسے نقصان دے گی تو عہد کو توڑ دے نیز لکھتا ہے کہ ضروری نہیں کہ حکمران میں وہ تمام خوبیاں موجود ہوں جو میں نے بیان کیں - لیکن یہ ضروری ہے کہ دوسروں کو ایسا ہی نظر آئے کہ یہ خوبیاں اس میں ہیں - نیز میں یہ کہوں گا کہ ان اوصاف کا مالک ہونا اور انہیں ہمیشہ کام میں لانا ضرر رساں ہے ہاں ان کی نمائش کرنا مفید ہے - جب ریاست کے مفاد خطرہ میں ہوں تو پھر اس بات کی پرواہ نہیں کرنا چاہیے کہ انصاف اور ظلم اور رحم اور بے رحمی اور قابل تعریف اور شرمناک کے الفاظ کے کیا معنی ہیں" -

جن قوموں نے نیشنلزم کے اس نظریہ کو اپنا لیا ہے - ان کی زندگی میں مذہب ایک ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے - بلکہ مذہب کو ہر شخص کا ایک ذاتی و انفرادی فعل سمجھا جاتا ہے -
اور یورپ کے ممالک میں عملی زندگی سے تو مذہب تقریباً غائب ہی ہو چکا ہے - نیز جن مذاہب سے وہ برائے نام وابستہ ہیں - ان میں اس دور کے ساتھ چلنے کی قوت و طاقت بھی نہیں - جبکہ اسلام ایک زندہ مذہب اور دین فطرت ہے - فطرت کے مسلمہ اصول ہی اس کا نظریہ ہے - اور الحمد للہ مسلم قوم و ملت اسلام سے جذباتی نوعیت کی وابستگی رکھتی ہے - ہر مسلمان اسلامی قومیت و رشتہ کو مقدم اور قبائلی و علاقائی وابستگی کو دوسرے مرتبہ پر کہتا ہے آج بھی کسی مسلمان سے آپ سوال کریں کہ تم پہلے - پنجابی یا پشتون یا سندھی یا عربی ہو یا پہلے

مسلمان ہو تو وہ عقلاً یہی جواب دیتا ہے کہ پہلے مسلمان ہوں اور پھر کچھ اور ہوں مگر اس کے باوجود نیشنلزم کا زہر مسلم امۃ میں لاشعوری طور پر سرایت کر گیا ہے - آج مسلم ممالک آپس میں برسرپیکار ہیں - مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے - اور پاکستان میں بہت سے مسلمان اس کے درپے ہیں کہ پاکستان کو بھی ایک لادینی - سیکولر سٹیٹ بنا دیا جائے اس میں دستور اساسی - نظام تعلیم و معاشیات اور قانون تمام لادینی رائج کر دیا جائے -

یورپ کی قوموں نے تو جزئیات کے فرق کو حتی کہ مذہب تک کو قربان کر کے ایک کلی کی صورت اختیار کی اور خوب ترقی کی - اور مسلمانوں کی اتنی بڑی کلی اور ملت و قومیت اسلامی جو کاشغر سے لیکر قسطنطنیہ تک بلا شرکت غیرے ایک شارع کی مالک ہے اور دنیا کی تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہیں اور جسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ایک جسد قرار دیتے ہیں - اس کے خلاف ان یورپین قوموں نے سازشیں کر کے اسے جزئیات میں تقسیم در تقسیم کر دیا ہے چنانچہ سب سے پہلے تو یہ قوم و ملت - مصری - عراقی - یمنی - سعودی - شامی - ترکی - عربی و عجمی میں تقسیم ہوئی اور پھر عرب کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ان کی معدنی دولت پر کن گھناؤنے ہتھکنڈوں سے قبضہ کیا اور امریکہ خلیج میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گیا - اور مزید حصے بخرے کرنے میں یہ طاغوتی طاقتیں لگی ہوئی ہیں اور طرح طرح کی منصوبہ بندیاں کر رہی ہیں -

تجھے اے بلبل رنگیں نوا سوجھی ہے گانے کی
مگر مجھ کو پڑی ہے فکر تیرے آشیانے کی
یہ تیرے آڑے ترچھے چار تنکے شاخ گل بن پر
کبھی سے بجلیاں ہیں فکر میں ان کے جلانے کی

آج پاکستان میں اگر پاکستانی قومیت کی کوئی بات کرتا تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ پاکستان کی اقلیتوں میں ملکی مفادات کا جذبہ پیدا کرنے اور ایک بڑی اکائی کی طرف لانے کی سعی ہے مگر افسوس تو

Scanned with CamScanner

یہ ہے کہ یہاں توزبانوں اور علاقائی جزئیات کے تعصبات کو دعوت دینے کی کوشش کی جارہی ہے اور دانستہ یا نادانستہ طور پر پنجابی، سندھی، پشتون، بلوچ، سرائیکی، ہندکو، کوہستانی، بلتی، گوجری طرح طرح کے ناموں سے قومیں بنائی جارہی ہیں- جبکہ بنگالی کے نام پر ہم آدھے ملک کو پہلے ہی تقسیم کر کے مسلم قومیت کو کمزور کر چکے ہیں-

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اسلامی نظریہ حیات

اسلامی ریاست کا سنگ بنیاد، اسلام کی دینی قومیت قائم کرنا ہے-- جس میں عربی و عجمی، فارسی، ترکی، حبشی، ہندی سب ایک ہی قوم وملت کے افراد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ابتداء اور اسلامی حکومت کی بنیاد کا سب سے پہلا کام مہاجرین وانصار میں مواخات قائم کرنے سے شروع فرمایا

نیز اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں اسلامی اساسی دستور العمل قیامت تک کے لئے عنایت فرمادیا کہ نسلی لسانی امتیازات سب بت ہیں جن کو اسلام نے توڑ ڈالا ہے- غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر ایک انصاری نے ایک مہاجر سے جھگڑا ہونے پر انصار کو اپنی مدد کے لئے پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو آواز دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا-

یہ جاہلیت اور کفر کا بدبودار نعرہ ہے- اس سے بچو- تعاون کرنے یا حاصل کرنے کا معیار- حق و انصاف ہے

تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

آج اگر مسلمان اس اصول کو اپنالے تو ایک دوسرے مسلمان کے استحصال کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اسلام تو لا یجر منکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا هو اقرب لتقوی -کا حکم کرتا ہے- کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ تم سے

عدل وانصاف کا دامن چھوٹ جائے- ہر حال میں انصاف وعدل کو قائم رکھو یہی تقوی کے بہت زیادہ قریب ہے- کاش آج مسلمان اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو اپنالیں- تو ایک مسلمان کا درد دوسرا مسلمان محسوس کرے چاہے وہ مشرق و مغرب کے بعد پر ہی واقع کیوں نہ ہو-

کاش- آج مسلم ان دشمنان اسلام کی مکروہ چالوں کو سمجھ جائے اور امت کا مزید شیرازہ بکھیرنے سے باز آجائے- اور امت کو مجتمع کرنے کی فکر کرے تاکہ ہر جگہ شکست خوردہ غلامانہ ذہنیت میں مبتلا ہو کر اپنے دشمنوں سے پناہ اور رحم کی بھیک نہ مانگنی پڑے- اللہ کرے کہ امت غیروں کے سہارے جینے کی روش بدلے اور اسلامی برادری کو زندہ اور مضبوط کرنے کی سعی کرتے ہوئے رنگ و نسل زبان و وطن کے بتوں کو توڑ ڈالے تاکہ اللہ کی نصرت کا کھلی آنکھوں آج بھی مشاہدہ ہونے لگے-

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
تو آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

بقیہ 1

سے بھی اقتدار قائم ہو تو عوام پر اس کی تابعداری ضروری ہوتی ہے-- کبھی یہ تعین خود خلیفہ عادل کی صوابدید پر ہوتی ہے کبھی اہل حل وعقد کے مشورہ سے تقرری معرض وجود میں آتی ہے اگر سنجیدہ لوگوں کی اکثریت سے کسی کا انتخاب ہو یہ بھی انتخاب کا ایک طریقہ ہے بلکہ ایک شخص اگر قوت اور طاقت کے بل بوتے کسی نظام کو درست کرے معاشرہ کو امن وامان مہیا کر کے اسلامی نظام قائم کرے تو نظریہ ضرورت کے تحت اس کی تقرری کو دوام بخشنے میں کوئی عیب نہیں بشرطیکہ اسلام کی سربلندی کے لئے محنت ہو-

دارالافتاء

مفتی غلام الرحمن

فتوی کی تاریخی وشرعی حیثیت

جب سے سرحد کے نامور سکالر ڈاکٹر عبدالغفور صاحب نے شیخ زائد اسلامک سنٹر پشاور کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی ہے تو آپ کی کوشش ہوتی ہے کہ سنٹر میں گاہے گاہے علمی اور تحقیقی موضوعات پر مذاکرے ہوں ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو آپ نے سنٹر کے وسیع وعریض حال میں ﴿فتوی کی تاریخی وشرعی حیثیت﴾ کے عنوان پر ایک مذاکرہ کا اہتمام کیا جس کے مہمان خصوصی مفتی غلام الرحمن مدیر العصر ومہتمم جامعہ عثمانیہ پشاور تھے- موضع کے اہم نکات نذر قارئین ہیں-(ادارہ)

میں جناب ڈاکٹر حافظ عبدالغفور صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے آپ جیسے علمی شخصیات کے سامنے مجھے چند معروضات پیش کرنے کا موقعہ فراہم کیا اور یہ میری سعادت ہے کہ شیخ زائد سنٹر پشاور جیسے علمی اور تحقیقی ادارہ میں محض ایک علمی موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں-

معزز خواتین وحضرات!

موجودہ دور میں لوگ فتوی سے بہت ڈرتے ہیں فتوی کا نام سن کر بدن پر ایک لرزہ طاری ہوتا ہے کیونکہ فتوی دیتے وقت کچھ ایسی بے احتیاطیاں کی جاتی ہیں جس سے فتوی کا اصل مقصد پس منظر میں چلا جاتا ہے لوگ یہ اصطلاح سیاسی مقاصد یا دوسرے دنیوی مفادات کے تحفظ کے لئے استعمال کرتے ہیں جس سے علمی طبقہ سے بدظنی اور بے اعتمادی کی فضاء پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ فتوی ہماری دینی اور مذہبی ضرورت ہے جس کے بغیر زندہ رہنا مشکل ہے-

﴿فتوی﴾ لغت میں کسی سوال کے جواب دینے کو کہا جاتا ہے خواہ اس کا تعلق کسی دینی معاملہ یا دنیوی امور سے ہو- سورۃ یوسف کے حوالہ سے عزیز مصر نے جب اپنی خواب کی تعبیر کے بارے میں قوم سے پوچھا تو کہا

یا ایھاالملأ افتونی فی رءیای ان کنتم للرؤیا تعبرون O ﴿۱﴾

ترجمہ:-اے درباروالو مجھے میری خواب کی تعبیر بیان کرو اگر تم خواب کی تعبیر بتا سکتے ہو- خواب کی تعبیر کو فتوی کہا گیا ایسا ہی بلقیس کو جب حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط ملا تو آپ نے پارلیمنٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہا-

قالت یا یھا الملأ افتونی فی أمری ماکنت قاطعة امرا حتی تشھدون (۲)

ترجمہ: کہنے لگی اے دربار والو مجھے میرے اس کام میں مشورہ دو میں تمہاری حاضری کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہیں کرتی ہوں-

لیکن نفس الامر میں سب سے زیادہ قابل توجہ مسائل دینی معاملات ہیں دنیوی معاملات میں اگر کسی سے پوچھنا نہ ہو پھر بھی اس سے متبادل راہ ممکن ہے لیکن دینی ضروریات ایسی ہیں جہاں پوچھنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں اس لئے ﴿فتوی﴾ کی حقیقت اس جو اب تک محدود رہی جو کسی دینی معاملات کے بارے میں کسی سے پوچھا جائے قرآن میں اس کی نشاندہی اس آیت سے ہوتی ہے

ویستفتونك فی النساء قل الله یفتیکم فیھن الایة (۳) انساء

ترجمہ: اور تجھ سے عورتوں (کے نکاح) کی رخصت مانگتے ہیں آپ کہہ دیجئے اللہ تعالی تمہیں اس کی اجازت دیتا ہے-

ایسا ہی دوسری جگہ فرمایا

یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلاله (٤)

تجھ سے حکم پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے اللہ تعالی تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے اس سے.

Scanned with CamScanner

اندازہ ہوتا ہے کہ شرعی ضروریات کے بارے میں کسی عالم سے پوچھ کر قرآن وحدیث اور
ان سے مستنبط علم فقہ کی روشنی میں جو جواب دیا جائے وہ ﴿فتوی﴾ ہے جس کی جمع ﴿فتاویٰ
﴾ ہے۔ فقہی مراجع کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ﴿الفتوی﴾ کی طرح ﴿الفتیا﴾ کا لفظ
بھی اس میں مستعمل ہے۔ ہمارے عرف میں ﴿فتوی﴾ کی حقیقت شرعی مسائل تک محدود
ہے یہاں تک کہ دوسرے تعلیمی مسئلہ یا سائنسی تحقیقات کے بارے میں پوچھنے کو ﴿فتوی﴾
نہیں کہا جاتا۔

فتوی کی تدریجی ارتقاء

چاہیے کہ ہر مسلمان اپنے دین کے بارے میں وافر حصہ رکھتا ہوتا کہ کسی دوسرے کی ناواقفیت
میں اس کی رہبری کر سکے لیکن علمی انحطاط کی وجہ سے موجودہ دور میں عوام تو درکنار اچھے
خاصے لوگ بھی اس نسبت سے محروم رہتے ہیں کہ وہ دینی معاملات میں کسی کی رہبری کر
سکیں عموماً خاص قسم کے لوگوں کی طرف مراجعہ کی ضروریات پڑتی ہے اس لئے آج کل
منصب افتاء ایک خاص روائیہ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن اسلام کی شاندار ماضی کے مطالعہ
سے یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ ہر دور میں فتوی کا وجود رہا کیوں نہ ہو کہ دینی مسائل کی
ضرورت ہر وقت پڑتی رہی۔

دور رسالت میں فتوی کی حقیقت

اسلام کے اولین دور یعنی جب تک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات تھے صحابہ
کرام کو زندگی میں جو مسئلہ پیش آتا وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے براہ راست پوچھتے
اگر کہیں خود ذاتی طور پر حاضری کی فرصت نہ ملتی تو کسی ساتھی سے کہہ دیتے وہ حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے مسئلہ معلوم کر لیتا گا اگرچہ صحابہ کرام زندگی
میں بہت کم پوچھتے رہے قرآن مجید میں ایسے سوالات کا تذکرہ بہت کم ہے جو صحابہ
حضرت سے کیے لیکن پھر بھی حدیث کے ذخیرہ کی طرف مراجعہ کرنے سے کئی ایسے موا

کی نشاندہی ہوتی ہے جن میں صحابہ نے ضروری مسائل حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھے۔ اس دور میں فرض، واجب یا سنت کی اصطلاحیں مروج نہیں تھیں جوبات بھی
صحابہ تک پہنچتی وہ بلا جھجک اس پر عمل کرتے چنانچہ فرمان خداوندی ہے۔

وما کان لمومن ولامومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من
امرهم الائیه (٥)

ترجمہ: کسی مسلمان مرد یا عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے سامنے اپنی مرضی سے کام لے۔

اس دور کی یہ خوبی رہی کہ سوالات کے جو جوابات دیے گئے ان کی کوئی جزوی حیثیت نہیں رہی
بلکہ جزئیہ بھی کلیہ ثابت ہوا کسی سوال کے جواب نے آئندہ زمانہ کے مسائل کے لئے ایک راہ
کی تعین کی چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے کسی حکم کا شان نزول یا شان
ورود سے تعین نہیں اگرچہ کوئی حکم خاص موقعہ پر خاص شخص اور خاص واقعہ کے بارے میں
نازل ہوا ہو لیکن اس پر آئندہ زمانہ کے تمام حالات مرتب ہوں گے۔ قرآن وسنت ہی اس دور
کا فقہی ذخیرہ ہے۔

اس دور مین قیاس سے استفادہ کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی
اللہ عنہ کو یمن بھیجتے ہوئے ہو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کیف تقضی اذا عرض لك القضاء ؟

قال اقضی بنتاب الله قال فان لم تجد فی کتاب الله ؟

قال نبسنة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فان لم تجدفی سنة رسول
الله صلی الله علیه وسلم قال اجتهد برای ولاالو الحدیث [٦]

جب تمہارے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہو کیسے فیصلہ کرو گے ؟

معاذ نے جواب دیا میں اللہ تعالی کی کتاب پر فیصلہ کروں گا۔

Scanned with CamScanner

آپ نے فرمایا اگر قرآن میں صریح حکم نہ ملے

آپ نے کہا پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر

آپ نے فرمایا اگر سنت میں تم کو نہ ملے

آپ نے کہا پھر میں اپنی صوابدید پر فیصلہ کر کے کوئی کمی نہیں کروں گا

بعض روایات میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کا جواب سن کر خوش ہوئے اور اللہ تعالی کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے آپ کے نمائندہ کو ایسے درست جواب دینے کی توفیق بخشی

عہد صحابہ میں فتوی نویسی

یہ فتوی کا دوسرا دور ہے جس میں زمانہ کے حالات بدل گئے اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر دنیا کے کونے کونے تک پہنچا-افریقہ کے حبشی قبائل اسلام میں داخل ہوئے جو کسی تہذیب وثقافت سے آشنا نہیں تھے-دوسری طرف روم وایران جن کی اس وقت تہذیب وثقافت اور تمدن میں خاص شہرت تھی وہ بھی اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے غرضیکہ اسلام کا جھنڈا دور تک لہرایا گیا ظاہر ہے اسلام کے حلقہ کی وسعت سے نت نئے مسائل پیدا ہوئے کئی ایسے مسائل پوچھے گئے جو گزشتہ دور میں نہیں تھے اس لئے ان مسائل پر غور و خوض کی ضرورت پڑی پھر بھی اس دور میں صحابہ کرام کے فقہاء کی وہ جماعت موجود تھی جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض یاب تھی ان کی تعلیم وتربیت دامن نبوی میں ہوئی تھی اس لئے اس دور میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آیا خلفاء راشدین کے دور میں فقہاء کی خاص جماعت ہوا کرتی تھی جس کی طرف مراجعہ ہوا کرتا تھا-حافظ ابن قیم نے اس دور کے فقہاء کی جو فہرست دی ہے وہ ایک سو تیس کے لگ بھگ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے صحابہ میں فتوی دینے کی صلاحیت نہیں تھی آپ کی فہرست کے علاوہ بھی [illegible] صحابہ ایسے تھے جو اس میدان میں حظ وافر کے مالک تھے اس دور کی یہ خوبی رہی کہ اس میں اجتماعی

السنت والجماعت کے درمیان کئی ایسی باتیں بہت کم ہیں جن سے اتحاد اور ہم آہنگی کی فضا قائم ہو سکے-

اہل الحدیث اور اہل الرائی کا ظہور

فتوی کے اس تاسیسی دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ فقہاء دو حصوں میں بٹ گئے کبار علماء کی ایک وہ جماعت ہے جن کی تمام تر توجہ حدیث پر رہی جب بھی ان حضرات سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا وہ قرآن وحدیث کو مد نظر رکھتے ہوئے جواب دیتے-جب ایک حدیث مل جاتی تو مزید کسی سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے-ایسا ہی یہ حضرات کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں کبھی نہیں سوچتے تھے جس کا کوئی ظہور نہ ہوا جس کی کوئی ضرورت نہیں تھی جبکہ اس کے مقابلہ میں علماء کی دوسری جماعت تھی جو کسی مسئلہ کا جواب دیتے وقت حالات کا مکمل تجزیہ فرماتے احادیث کے ذخیرہ میں تمام روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی ایسے حکم کی تلاش کرتے جس کے ہوتے ہوئے تمام روایات پر عمل ہوتا اور تطبیق کی کوئی صورت نکل آتی کسی ظاہر بینی کے بجائے مسئلہ کی تہہ میں جاتے-ان حضرات کی محنت صرف موجودہ مسائل تک محدود نہ رہی بلکہ آئندہ آنے والے واقعات کو فرض کے درجہ میں لیکر ان پر تحقیق کی چنانچہ امام ابو حنیفہ نے اپنے تلامذہ کی جو کمیٹی مقرر کی-انہوں نے امکانی صورتوں کا جائزہ لیکر کئی ایسے مسائل کے جوابات دئے جو آنے والے وقت میں کام آئے-یہ جماعت ﴿ائمہ مجتہدین﴾ کی جماعت تھی-اول الذکر ﴿اہل الحدیث﴾ اور مؤخر الذکر جماعت ﴿اہل الرائی﴾ کے نام سے شہرت پائی-اس سے موجودہ دور کے بعض نام نہاد ﴿اہل الحدیث﴾ سے دھوکہ نہیں ہونا چاہیئے-جو رات ودن ایک کر کے ائمہ کرام کو گالی نکالتے ہیں اور تقلید کو شرک کہہ کر لوگوں کو ائمہ مجتہدین اور تقلید سے بدظن کراتے ہیں-میرے خیال میں ان لوگوں کا ﴿اہل الحدیث﴾ سے دور کا تعلق نہیں بلکہ یہ ﴿لامذہب﴾ جماعت ہے-جنہوں نے خیر القرون کے دور کے مجتہدین کی تقلید کی بجائے شر القرون کے اپنے پیشواؤں کی تقلید

بقیہ صفحہ

قیاس کا ظہور ہوا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں جب کوئی اہم مسئلہ آتا تو آپ صحابہ کرام اکٹھا کر کے ان کے سامنے مسئلہ رکھتے- غور و خوض کے بعد جو فیصلہ ہوتا وہ عموماً اجتماعی ہوتا جس پر تقریباً تمام صحابہ کرام کا اعتماد ہوتا اس لئے اس دور میں «اجماع» معرض وجود میں آیا کیونکہ پہلے دور میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی دوسرے لوگوں کے اتفاق کی ضرورت نہیں تھی- اس دور کے فتوی اور فیصلہ کو آئندہ زمانہ میں وہ اہمیت حاصل رہی جو پہلے دور کے حکم کو حاصل تھی- چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور میں «مولفۃ القلوب» کے حصہ کی بندش یا قحط سالی کے وقت چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا میں ترمیمی ایسے احکام ہیں جنہوں نے بعد میں آنے والے فقہاء کے لئے عمل کی راہ متعین کر دی

فتوی کا تاسیسی دور

تاسیسی دور سے مراد یہ ہے کہ اس دور میں فتوی نویسی کے لئے ایسے اصول متعین ہوئے جن کا قبل ازیں کوئی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی یا یہ تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے جو خیر القرون کی آخری کڑی ہے اس کو ہم ائمہ مجتہدین کا دور بھی کہہ سکتے ہیں جو تقریباً دوسری صدی کے اوائل سے شروع ہوتا ہے اس دور کی یہ خوبی ہے کہ اس میں ائمہ مجتہدین نے مستقل اصولوں پر کام شروع کیا کئی ایسے فقہی سکول قائم ہوئے جن کا مستقل حلقہ ہوتا اور اس حلقہ میں ان ائمہ کی رائے کو خاص اہمیت دی جاتی تھی اگرچہ اس دور میں کئی مذاہب اور فقہی مکاتب فکر کی نشاندہی ہوتی ہے لیکن پھر بھی ائمہ اربعہ یعنی احناف، شوافع، موالک اور حنابلہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں- فقہ جعفریہ کے اپنے پیروکار تھے لیکن ان کے بعض عقائد اور افکار میں اتنی شدت اور غلو رہا کہ یہ لوگ انفرادیت کے شکار ہوئے ان کے علاوہ دوسرے مذاہب حقہ اھل السنۃ والجماعت کے نام سے ایک لڑی میں پروئے گئے فقہ جعفریہ والے اپنی انفرادیت کی وجہ سے اتنے دور چلے گئے کہ اختلافات کا جو خلیج قدیم دور میں قائم تھا اس میں کسی کمی کی بجائے دن بدن وسعت چلی آ رہی تھی یہاں تک کہ فقہ جعفریہ اور فقہ اھل

بقیہ صفحہ ۳۹ پر

وجہ یہی اور تقلید سے انکار کے باوجود غیر اختیاری طور پر اپنے اکابر کے مقلد بن بیٹھے-
«اھل الرائی» یعنی مجتہدین نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے لئے خاص اصول وضع کئے جن کی وجہ سے فقہی مذاہب ایک دوسرے سے جدا متصور ہوئے یہی ان اکابرین کے ہاں اصول افتاء ہیں جن کی رعایت جزئیات کے احکام کی تلاش میں کی جاتی ہے- اصول فقہ کی جو کتابیں لکھی گئی ہیں- وہ اپنے اپنے مذاہب کی تدوین میں فعال ثابت ہوئیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ احناف کے اپنے اصول میں جو ان کے دائرہ کار تک محدود ہیں- موالک شوافع اور حنابلہ کے الگ اصول ہیں جن کی وجہ سے ان کے مذاہب قائم ہیں- ان اصول کی وجہ سے یہ فقہی مذاہب متحرک ہیں اور آئے دن نت نئے مسائل کا اطمینان بخش حل پیش کر سکتے ہیں-

«اھل الرای» اور «اھل الحدیث» کے اختلاف کا اثر تھا کہ کچھ وقت تک ان دونوں نظریات میں کافی ٹکراؤ رہا ایک دوسرے سے مناظرے ہوتے رہے اور اپنے اپنے موقف کے اثبات کے لئے پوری قوت صرف کرنے لگے ظاہر ہے کہ جہاں سے ان حضرات کو حق شناسی نظر آئی تو اس پر ڈٹ کر رہنا حق گوئی کی دلیل تھی ایسی حالت میں ایک دوسرے سے شدت آمیز رویہ رکھنا بھی ان کے لئے کار ثواب تھا کیونکہ رضاء الہی ہر فریق کا ہدف تھا جس تک رسائی کے لئے ان حضرات نے اپنا اپنا پلیٹ فارم استعمال کیا- لیکن اصحاب صحاح ستہ میں امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی محنتوں نے رنگ لا کر اختلاف کے اس خلیج کو کافی حد تک کم کیا کیونکہ ان حضرات نے آکر ایک طرف احادیث پر توجہ دی اصول حدیث کی روشنی میں احادیث کا وسیع ذخیرہ جمع کیا لیکن دوسری طرف صحاح اور سنن کی تدوین میں ایسا طریقہ کار اپنایا جو «اھل الرای» کے طریق کار سے زیادہ ہم آہنگ تھا- احادیث سے مسائل مستنبط کئے اپنے مجموعہ کی تدوین میں فقہی طریقہ کار منظور نظر رکھا تراجم ابواب منعقد کر کے اجتہادی نظریہ اپنانے کا ثبوت دیا- آخر کار «اھل الرای» اور «اھل الحدیث» کا ایک دوسرے کے

بارے میں غلط فہمی ختم ہوئی اور ایک دوسرے کے اتنے قریب آگئے جنہیں جدا کرنے کی کوئی محنت قیامت تک کامیاب نہیں ہو سکتی۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہاء نے فتویٰ دیتے وقت قرآن و حدیث کو بنیادی اصل رکھا انفرادی یا اجتماعی قیاس (قیاس و اجماع) کے ذریعہ احکام مستنبط کر کے قوم کے سامنے رکھے۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ائمہ کرام قرآن و حدیث کے شارح ہیں شارع نہیں یعنی انہوں نے کوئی نیا دین متعارف نہیں کرایا بلکہ دین کے ان بنیادی اصول کی تشریح کی جنہیں اپناتے ہوئے دین محمدیؐ پر عمل کرنا آسان رہا۔ وقت گزرنے کے ساتھ نت نئے حالات کو اسلامی اصول پر تطبیق کرنے میں مشکلات سے بچاؤ کے اسباب مہیا ہوئے اس سے ہم انکار نہیں بعد میں آنے والے حضرات کے مابین فقہی مباحث پر کچھ ایسے مناظرے اور مجادلے بھی ہوئے جس سے تنگ نظری کا دھوکہ ہوتا ہے لیکن ان میں حق کی تلاش مضمر تھی ان مناظروں کے پس منظر کے مطالعہ سے یہ حقیقت کسی پر مخفی نہیں کہ ان میں کسی ذاتی مفادات کا تحفظ یا کسی مسلمان کی بے جا تحقیر و تذلیل منظور نظر نہیں تھی بلکہ تدین اور خیر خواہی کے جذبہ سے ایک دوسرے پر اپنے اپنے موقف کا اظہار ضروری سمجھا۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ کئی ائمہ نے مناظرہ کے وقت اپنے موقف کو چھوڑ کر فریق مخالف کے ہمنوا بنے ہاں یہ ضرور ہے کہ کچھ لوگوں نے ناعاقبت اندیشی کے شکار ہو کر کچھ ایسا رویہ اپنایا جس سے بے جا فرقہ پرستی اور گروہ بندی کو فروغ ملا لیکن یہ بہت کم ہے اور نہ کسی سنجیدہ طبقہ کی جانب سے اس کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ اس لئے یہ کہنا بے جا ہے کہ فقہی مذاہب کی ترویج سے تعصب کو فروغ ملا۔ اور لوگ فرقہ بندی میں تقسیم ہوئے۔

مفتیان عظام کی چند قسمیں۔

فقہی مذاہب کی تدوین اور باقاعدہ مرتب ہونے کے بعد فتویٰ دینے والے حضرات کی چھ قسمیں ہیں۔

(۱) مجتہدین فی الشرع:۔ یہ فقہاء کرام اور مفتیان عظام کی وہ بلند پایہ جماعت ہے جن کے ہاں فتویٰ دینے کیلئے الگ الگ اصول مقرر ہیں۔ ان حضرات کے علمی تفوق اور دینی عظمت پر پوری امت کو اعتماد رہا۔ علمی عظمت اور ذاتی تقویٰ ان پر اعتماد کے بنیادی وسائل رہیں دین کے لئے شبانہ روز محنت اور امت کی فکرمندی سے ان کے اپنے اپنے حلقے قائم ہوئے چنانچہ امام ابو حنیفہ کو عراق۔ ایران بلاد ہند اور دوسرے شمالی ممالک میں خاص شہرت ملی۔ امام شافعی کو مصر و شام اور امام مالک کو دار الہجرۃ کے امام ہونے کا لقب ملا۔

(۲) مجتہدین فی المذہب:۔ یہ فقہاء کرام کی وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے اپنے اپنے ائمہ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر اپنے امام کے بتائے ہوئے اصول میں احکام مستنبط کئے عموماً یہ ایسے تلامذہ کی جماعت ہوتی جنہیں اپنے شیخ سے براہ راست استفادہ کا موقعہ ملا۔ امام ابو حنیفہ کے کبار تلامذہ مثلاً امام ابو یوسف امام محمد۔ امام زفر اور حسن بن زیاد خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے اپنے ائمہ سے اصول میں اتفاق رکھا کسی اختلاف کی ضرورت محسوس نہیں کی لیکن جزئیات میں اپنے امام سے اختلافی رویہ اپنایا چنانچہ فقہ حنفی میں خود امام ابو حنیفہ کے تلامذہ اپنے شیخ سے مذہب سے ۲/۳ حصے میں اختلاف کر بیٹھے جہاں کہیں شیخ کا نظریہ سامنے آیا تو وہاں تلامذہ یعنی مجتہدین فی المذہب کا اختلافی نوٹ ضرور ملتا ہے۔

(۳) مجتہدین فی المسائل:۔ اس سے مراد فقہاء کی وہ جماعت ہے جو خداداد صلاحیتوں کی بناء پر اپنے امام کے اصول و فروع پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ یہ حضرات عموماً کسی واقعہ کے بارے میں عموماً ایسا نظریہ پیش کرتے ہیں جو پیش رو اکابرین کے خیال سے ملتا جلتا ہے تاہم اکابرین سے کسی صریح حکم نہ ملنے کی وجہ سے اجتہادی قوت اپنانے پر مجبور ہوتے ہیں فقہاء احناف میں خصاف (م ۲۶۱ھ) ابو جعفر الطحاوی (م ۳۲۱ھ) ابوالحسن الکرخی (م ۳۴۰ھ) شمس الائمہ الحلوانی (م ۴۴۸ھ) سرخسی (م ۴۸۳ھ) فخر الاسلام البزدوی (م ۴۸۲ھ) علی بن ابی بکر مرغینانی (م ۵۹۳ھ) اور قاضیخان (م ۵۹۲ھ) خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۴) مفتیان عظام کا چھوتا طبقہ مقلدین کا ہے۔ان حضرات کی خدمات اپنے مذہب کی تشریح تک محدود ہوتی ہیں۔ کچھ حضرات کسی مجمل اور قابل تفصیل قول کی تشریح میں اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ جنہیں «اصحاب التخریج» کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کچھ حضرات اختلافی اقوال میں ترجیحی سلوک اپنا میدان سمجھتے ہیں۔ جن کو «اصحاب الترجیح» کہا جاتا ہے اور کچھ حضرات «ممیزین» کے طبقہ میں شمار ہو کر ضعیف اور قوی کے درمیان فرق کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔اس لئے یہ حضرات اکابرین کی محنت پر اعتماد کر کے احکام بیان کرتے ہیں

یہ سب حضرات ایسے ہیں جنہیں مسائل کے استنباط میں حظ وافر ملا تھا اور ان حضرات نے بڑی عرق ریزی سے محنت کر کے فقہ کا عظیم ذخیرہ مرتب کیا لیکن ان کے علاوہ جن کو آج کل ہم «مفتی» کا نام دیتے ہیں اگرچہ یہ کوئی مستقل منصب یا عہدہ نہیں صرف فقہی ذخیرہ سے زیادہ مناسبت رہنے کی وجہ سے آئے دن مسائل اپنے مذہب کی کتابوں میں آسانی سے تلاش کر سکتا ہے ان میں ضروری نہیں کہ اجتہاد کی قوت ہو اور نہ آزادانہ اجتہاد سے کام لینا اس کے لئے ممکن ہے یہ درحقیقت ناقلین فتوی ہیں جو صرف فقہی مراجع سے جزئیات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اجتہاد اور فتوی

آج کل لوگ «اجتہاد»، «اجتہاد» کے نعرے بلند کر کے علماء کرام کو بھرے محافل میں غلیظ گالیاں نکالنے سے بھی احتراز نہیں کرتے ہیں۔ عموماً یہ کہتے ہیں کہ ہمارے علماء نے اجتہاد کا دروازہ بند کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے اسلامی فقہ جمود کا شکار ہے۔ہر ایک اپنے اپنے فقہ کو حق مان کر دوسرے کے موقف سننے کے لئے تیار نہیں جس سے مسلمان ترقی کے میدان میں قدم لینے سے قاصر ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ بے جا شدت پسندی ہو لیکن یہ اس درجہ میں نہیں جس سے مسلمانوں کی ترقی نہ کرنے کا مورد الزام علماء کو ٹھہرایا جائے یہ حق ہے کہ اجتہاد کا دروازہ اتنا کھلا نہیں جس سے ہر خیرا نتھو خیرا کو استفادہ کا موقعہ مل سکے میرے خیال

میں اگر ہر کس و ناکس کو اجتہاد کا حق دیا جائے تو اس سے بے دینی اور الحاد کا ایک ایسا نہ بند ہونے والا دروازہ کھل جائے گا۔ جس میں اسلام کی اصل روح باقی نہیں رہے گی علماء نے خیر خواہی اور ہمدردی کی بناء پر کچھ ایسی پابندیاں عائد کی ہیں جو درحقیقت اسلام کے آفاقی نظام کے تحفظ کا ذریعہ ہے اگر ایسا اجتہاد جائز ہوتا تو آج پندرھویں صدی میں ہمیں اسلام کی روح اور بنیادی احکام کا کوئی پتہ نہ چلتا اجتہاد کے شوقین ایسے رموز کھول دیتے کہ اسلام بھی یہودیت اور عیسائیت کی طرح ایک خود ساختہ رسوم اور عقائد کا مجموعہ ثابت ہوتا یہ علماء کرام کی ان پابندیوں کی برکت ہے کہ بحمد اللہ آج اسلام اصلی حالت میں محفوظ ہے اور انشاء اللہ قیامت تک محدود رہے گا۔ چنانچہ علامہ اقبال اگرچہ اجتہاد اپنانے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن وہ کبھی بھی ایسے آزادانہ اجتہاد کا قائل نہیں جس سے مذہب کی اصل روح متاثر ہو وہ ایسے آزادانہ اجتہاد کا قائل نہیں جس سے مذہب کی اصل روح متاثر ہو وہ ایسے اجتہاد سے تقلید کی زیادہ حوصلہ افزائی فرماتے ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

زاجتہاد عالمان کم نظر — اقتداء بر رفتگان محفوظ تر

عقل آبائیت ہوس فرسودہ نیست — کار پاکاں از غرض آلودہ نیست

فکر شان ریسد ہمی باریک تر — ورع شان از مصطفیٰ نزدیک تر

ترجمہ:۔ کم نظر علماء کی اجتہاد کی بجائے پچھلے لوگوں کے راستہ پر چلنا کہیں زیادہ محفوظ ہے تمہارے آباء کی عقل ہوس آمیزی سے پاک تھی اور ان پاک نفس لوگوں کی ذاتی اغراض نہ تھیں ان کے فکر رسا نے انتہائی باریک نکات کو حل کیا اور ان کا تقوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے نزدیک تر تھا۔

اس طرح ایک دوسری جگہ تقلید کے استحکام کے بارے میں فرماتے ہیں

مضمحل گردو چو تقویم حیات — ملت از تقلید می گیرد ثبات

راہ آباء رو کہ این جمعیت است — معنی تقلید ضبط ملت است

ترجمہ:- جب زندگی کا نظام کمزور ہو جائے تو ملت تقلید کے ذریعہ استحکام حاصل کرتی ہے اپنے آباء کے راستہ پر گامزن ہو کر یہ قوت کا ذریعہ بنے کیونکہ تقلید کا مفہوم ملی استحکام ہے-

جو لوگ علامہ اقبال مرحوم کو اجتہاد کا داعی قرار دیکر تقلید کو گالی نکالتے ہیں وہ در حقیقت افکار اقبال سے نابلد ہیں - علامہ اقبال مرحوم جس اجتہاد کا داعی ہے اس کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن کاش اس کے مقرر کردہ معیار کی مطابق کوئی نکل آئے وما ذلك على الله بعزيز -

ہاں یہ ضرور ہے کہ نت نئے مسائل پر غور و خوض علماء کا فریضہ ہے ان پر جس محنت کی ضرورت ہے اس سے غفلت آمیز روئیہ رکھنا علماء کے لئے ناقابل معافی جرم ہے جس عموماً کہا کرتا ہوں کہ آج کل اقتصادی معاشی سیاسی اور دوسرے مسائل پر شدید غور و خوض کی ضرورت ہے - ان کا حل تو دوسرے درجہ میں ہے - اس لئے عصری تقاضوں کا جاننا اور ان کی روشنی میں دین و مذہب کی تشریح کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے صرف کسی مسئلہ کے بارے میں «حرام ہے» «ناجائز ہے» کے جواب لکھنے سے ہمارا ذمہ فارغ نہیں ہوتا جب تک اس کے مقابلہ میں قابل عمل جائز صورت کی نشاندہی نہ ہو-

خود ہمارے اکابرین نے اس پر محنت کی ہے یہاں تک کہ کئی ایسے مسائل جن میں فقہ حنفی کا حکم عصری تقاضوں کی وجہ سے قابل عمل نہ تھا - وہاں پر بلا جھجھک اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرے مذاہب پر فتوی دیا گیا ہے - جیسا کہ حضرت تھانوی نے «الحیلۃ الناجزۃ» میں کئی ایسے مسائل کی نشاندہی کی ہے جن میں امام مالک کے مذہب کو اختیار کیا گیا ہے آج بھی اگر ہمارے معاشی اور اقتصادی میدان کے مشکل مسائل کے حل میں جس مذہب میں گنجائش مل سکے اور قابل عمل صورت کی گنجائش ہو تو اس کے اپنانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں اس کو آپ لوگ اجتہاد کا نام دیں یا تحقیق سمجھیں یا کسی دوسرے نام سے پکاریں یہ علماء کے ہاں عملی طور پر مروج ہے اور اس پر عمل ہوتا ہے-

فتوی دینے میں احتیاطی پہلو کی ضرورت

ہماری بے احتیاطی کی وجہ سے لوگ فتوی سے متنفر ہیں - آج ہم چھوٹے چھوٹے مسائل کو اسلام کا معیار قرار دیکر ایک دوسرے پر کفر کے فتوی لگانے سے دریغ نہیں کرتے ہیں - ذاتی مفادات کے تحفظ اور خود ساختہ «انا» کے بھرم بحال رکھنے کے لئے دوسرے کو مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں - کافر، کا مہر ہر وقت جیب میں رکھتے ہیں مسلمان کو کافر کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے حالانکہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کسی کے عمل میں اگر ایک فیصد اسلام کی گنجائش ہو تو اس کو کافر کہنا جائز نہیں اس کی روشنی میں ہمیں اپنی تنگ نظری کا خود جائزہ لینا چاہیے کہ ہم کہاں تک اس پر عمل کرتے ہیں - ہاں یہ الگ بات ہے کہ جو شخص اسلام کے بنیادی اصول سے انکار کرے اس کو مصلحتاً مسلمان سمجھنا مداہنت اور بے دینی کے سوا اور کچھ نہیں - چنانچہ اس گنجائش سے یہ استفادہ کبھی ممکن نہیں کہ ہم قادیانی یا منکرین حدیث کو مسلمان سمجھیں یا ان کے مرتد ہونے کے بارے میں کسی نرم گوشہ رکھنے کا روئیہ اپنائیں-

فتوی کی شرعی حیثیت

آخر میں یہ عرض کر دیتا ہوں کہ جو فتوی دیا جائے اسکی شرعی حقیقت کیا ہے؟ اگرچہ میں نے آپ حضرات کے سامنے فتوی کے جس تاریخی حوالہ سے جائزہ پیش کیا اس میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کے دور کا فتوی واجب العمل ہے - کیونکہ اس پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ایسا ہی ائمہ مجتہدین کا فتوی اور بعد میں آنے والے مجتہدین کا فتوی جب عمل کرنے کے لئے متعین ہو تو متعلقہ مسلک والوں کے لئے اس کا درجہ بھی وجوب سے کم نہیں لیکن آج کل ہمارے ہاں جو فتوی دیا جاتا ہے جو در حقیقت کسی فتوی کے نقل کرنے کے مترادف ہے - اس کا واجب العمل قرار دینا مشکل ہے اس میں مخالف احتمال کی گنجائش بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے کسی مستفتی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ فتوی وصول کرنے کے بعد کسی دوسرے عالم سے پوچھے یہاں تک کہ یقین آجائے البتہ جب بار بار پوچھنے

Scanned with CamScanner

ے بعد یقین حاصل ہو تو پھر حتمی رائے کو قبول کر کے اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے خاص
کر جب کسی مزید پوچھنے کی گنجائش نہ ہو- خطیب بغدادی کی رائے ہے جب کسی جگہ میں مزید
پوچھنے کی گنجائش نہ ہو تو پھر عمل اس کے حق میں واجب ہوتا ہے تاہم ایسی صورت میں کہیں
مفاد پرستی کے لئے کسی ضعیف قول کا سہارا لینا یا مفتی بہ قول میں خود ساختہ تاویل کر کے جان
چھڑانا شرعاً جائز نہیں-

میرے خیال میں فتوی در حقیقت ایک قانونی مشورہ ہے- بذات خود واجب العمل نہیں البتہ
اس کے مقابلہ میں فیصلہ فریقین کے حق میں واجب العمل رہتا ہے جبکہ قاضی کا فیصلہ عامۃ
الناس پر لازم رہتا ہے- یہی وجہ ہے کہ قضاء اور فیصلہ میں کسی ایک فریق کے بیان پر اکتفا نہیں
کیا جاتا جب تک دوسرے فریق کا موقف سامنے نہ آئے البتہ فتوی پر ایک کے بیان پر دیا جا
سکتا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ دو آدمیوں کا بیان مختلف ہو- اور ہر ایک کو اس کے بیان کے
مطابق الگ الگ جواب ملے-

(۱) یوسف ۴۳/
(۲) النمل ۳۲
(۳) النساء ۱۲۷
(۴) النساء ۱۷۷
(۵) الاحزاب ۳۵
(۶) ابو داؤد باب اجتھاد الرای فی القضاء
(۷) شرح عقود رسم المفتی / طبقات الفقہاء
(۸) افکار اقبال / محمد حامد / حوالہ ماہنامہ پیام کا شمارہ ۴-۵/ج ۵

پرویزیوں کو اجماع امت نے غیر مسلم قرار دے چکا ہے

عبدالخالق بھٹی - کویت

روزنامہ اوصاف کی 19 ستمبر 1999ء کی اشاعت میں جناب اقبال اور لیس کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جسکا عنوان ہے پرویزیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا- یہ مضمون انہوں نے اوصاف میں 28 اگست 1999ء کو تحریک رد پرویزیت کی طرف سے شائع ہونے والے ایک اشتہار کے جواب میں لکھا ہے جس میں حکومت پاکستان سے اجماع امت کے فیصلے کی روشنی میں پرویزیوں کو قادیانیوں کی طرح غیر اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا- بزم طلوع اسلام کی پوری لابی کو معلوم ہے کہ غلام احمد پرویز اور اسکے متبعین کے کفر ارتداد پر مہر ثبت ہو چکی ہے اور عرب و عجم کے علماء اور ثقہ دینی اداروں کا اسپر متفقہ اجماع قائم ہوا ہے جناب اقبال اور لیس کا یہ تجاہل عارفانہ نا قابل فہم ہے کہ پرویزیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا سکتا- قادیانی بھی ایسی ہی خوش فہمی میں مبتلا تھے جب انکے کفر پر اجماع قائم ہوا تھا- ان کو انہی معزز علماء کرام نے کافر قرار دیا تھا اور وہ اپنے پورے وسائل اور خارجی سرپرستی کے باوجود اس فیصلے کو بدلنے پر قدرت حاصل نہ کر سکے تھے - قادیانیوں کے حشر اور انجام کے آئینے میں اب پرویزیوں کو اپنے بارے میں نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہیئے کہ انشاءاللہ جلد حکومت پاکستان اجماع امت کی روشنی میں پرویزیت کے کفر وارتداد کا سرکاری اعلان کرے گی اور اس ملکی قانون کی روشنی میں پرویزیت کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائیگا - جناب اقبال اور لیس نے پرویزیت کے دفاع میں اپنے مضمون میں جو روایتی راگ الاپا ہے اسکے جھوٹ اور دجل سے پاکستانی مسلمان اب آگاہ ہو چکے ہیں کیونکہ پرویزی بزم طلوع اسلام کے پلیٹ فارم سے یہی راگ شروع سے الاپتی چلی آرہی ہے جسکے تکرار در تکرار پر وہ حد درجہ بے زار ہیں- یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ نام نہاد تحریک طلوع اسلام آنجہانی غلام احمد پرویز کے باطل و ملحدانہ افکار و نظریات

کی علمبردار ہے اور بزم ہائے طلوع اسلام الہی نظریات کی ترویج واشاعت کیلئے سجائی گئی ہیں ان افکار و نظریات کا حقیقی دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ پرویز کی اپنی من گھڑت تا ویلات و تحریفات دین ہیں جنکو وہ اپنے منہ میاں مٹھو کے مصداق قرآنی بصیرت کا نام دیتا ہے لیکن حیرت ہے کہ ایسی نام نہاد بصیرت امت میں پرویز سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوئی اور اللہ تعالے نے امت کو فہم قرآن واسلام سے اتنا طویل عرصہ تک محروم رکھا-(معاذ اللہ) لہذا پرویزی منطق کی رو سے پوری امت گمراہی پر چلی آرہی ہے اور کروڑوں مسلمانوں میں صرف چند سو ہی صحیح مسلمان ہیں جو پرویزی ہیں اور باقی سب خارج از اسلام ہیں-اس دشمن دین نے جمہور مسلمین کے اسلام کو کبھی مروجہ اسلام کبھی روایتی اسلام اور کبھی ملاں کا اسلام اور کبھی عجمی اسلام کہہ کر اپنے باطل و ملحدانہ تیروں کا نشانہ بنایا ہے اور دین وشریعت محمدی ﷺ کے مقابلے میں اپنے خود ساختہ افکار و نظریات پیش کر کے اس دین کا نقشہ ہی بدل دیا ہے جسکو امت کیلئے اللہ تعالی نے پسند فرمایا اور جسکی تکمیل جناب رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک ذریعہ سے کروائی گئی اور جس پر اجماع امت گزشتہ چودہ سو سالوں سے بسلسلہ تواتر چلا آرہا ہے- غلام احمد پرویز نے سواد اعظم اور قرآنی تعلیم کے خلاف سبیل المومنین سے ہٹ کر جو الگ شیطانی راہ اختیار کی اور اپنے زعم باطل سے دین کا جو نیا نقشہ پیش کیا اس کا نام ہے پرویزیت اور اس فکر پرویزی کے علمبرداروں کے مجموعہ کا نام ہے پرویزی فرقہ ہر دجال کی پہچان اسکی دجالیت ہوتی ہے جیسے فرعون کی فرعونیت- قارون کی قارونیت ہامان کی ہامانیت- قادیانی کی قادیانیت-اسی طرح پرویز کی دجالیت کی پہچان ہے اسکی پرویزیت جس کو ہر ممکن طریقے سے ہر سطح پر پھیلانے کا بزم ہائے طلوع اسلام نے ذمہ لیا ہوا ہے جو اسلام کے نام سے اسلام پر کلنک کا پرویزی ٹیکہ ہے جسکو مٹانے کیلئے اہل حق اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اسے منطقی انجام تک پہنچا کر دم لیں گے-

جناب اقبال ادریس نے کمال کید و دجل پرویزی کا روایتی مظاہرہ کرتے ہوئے یہ

تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ پرویز نماز-روزہ-حج-زکوۃ جنت و دوزخ کا انکاری نہیں تھا چنانچہ لکھتے ہیں ﴿اگر ملک میں واقعی کوئی﴾ پرویزی فرقہ ہے-اور ان کے عقائد سے نماز-روزہ-حج-زکواۃ، جنت و دوزخ کا انکار ثابت ہوتا ہے تو وہ واقعی دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتے-اس جملے میں کمال دجل پنہاں ہے کھل کر یہ نہیں لکھا کہ ﴿وہ واقعی کافرو مرتد ہیں﴾ اور اصل بات مفروضے پر چھوڑ دی ہے کہ ﴿اگر انکار ثابت ہے﴾ اس ابلیس چابکدستی کا مقصد قارئین کو دھوکہ میں ڈالنا ہے- حقیقت ہے کہ آنجہانی پرویز نے ان ضروریات اور فرائض دین کے بارے انکار سے بھی آگے کا راستہ اختیار کیا ہے اور عبادات آلہہ اور بندگی رب کے قرآن وحدیث پر مبنی تصورات کی دھجیاں اڑادی ہیں اور اللہ کے دین کو اپنے من گھڑت تصورات باطلہ سے یکسر بدل دینے کی ابلیسی جسارت کی ہے جس پر دائمی لعنت کا مستحق ہے ان امور ضروریہ جو اسلام کی اساس ہیں کے بارے صحیح تصور نبی کریم ﷺ نے اپنے اقوام اور ان پر عمل پیرا ہونے کا صحیح طریقہ اپنے افعال مبارکہ سے امت پر پیش کیا اور امت آج تک ان پر قائم چلی آرہی ہے کیونکہ وہ طریقے اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالی کے حکم اور مرضی سے امت کو بتائے اور سکھائے لیکن دشمن اللہ ورسول آنجہانی پرویز نے ان طریقوں پر بے جا نکتہ چینی کرتے ہوئے اپنا الگ تصور پیش کیا اور اللہ ورسول اور سبیل المومنین کو اپنے زعم باطل سے قطع کر کے ایک نیا راستہ اپنایا جسے کفر کا شیطانی راستہ ہی کہا جا سکتا ہے اس مقصد کیلئے اس ابلیس نے امور مذکورہ کے بارے احادیث نبوی ﷺ کا انکار کیا اور پھر قرآن پاک کے اپنی فرض سے آزادانہ معانی متعین کئے جن کی روشنی میں غلط قرآنی حوالے دیتے ہوئے ان امور دین میں شیطانی تحریف کر دی- ہم یہاں رمز گاہ طلوع اسلام کی منافقت اور عوام الناس کے ساتھ اسکے دھوکہ وفریب اور اسلام کے ساتھ انکی صیہونی سازش پر سے پردہ اٹھانے کیلئے اسکے گرو آنجہانی پرویز کے نماز-روزہ-حج-زکوۃ- جنت و دوزخ کے بارے تحریفی اور کفریہ نظریات کا اجمالی نقشہ مختصراً پیش کرتے ہیں تاکہ قلب سلیم رکھنے والے مسلمان خود فیصلہ

Scanned with CamScanner

کر سکیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ابلیسی پرویزیت کیا ہے اور دین محمدی ﷺ کیا۔ پرویز کی
کفریات اور توہین دین ملاحظہ ہو۔

عجم میں مجوسیوں (پارسیوں) کے ہاں پرستش کی رسم کو نماز کہا جاتا ہے۔ قرآن
کریم نے نماز پڑھنے کیلئے نہیں کہا۔ قیام صلوۃ یعنی نماز کے قیام کا حکم دیا ہے۔۔۔۔اب حالت
یہ ہو چکی ہے کہ **اقیمواالصلوۃ** سے ذہن نماز پڑھنے کے علاوہ کسی اور طرف منتقل ہی
نہیں ہوتا۔ ان کی (مسلمانوں) کی نماز ایک وقت معینہ کیلئے ایک عمارت (مسجد) کی
چاردیواری کے اندر ایک عارضی عمل بن کر رہ جاتی ہے

(معارف القرآن ج4ص۔328۔۔قرآنی فیصلے ص26تا27)از پرویز

قارئین کرام اس عبارت سے اندازہ لگالیں کہ پرویز اس صلوۃ یعنی نماز کا قائل ہی
نہیں جسکے بارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نماز اسطرح پڑھو (ادا کرو) جسطرح مجھے پڑھتے
دیکھتے ہو اور جس پر کہ امت آج تک قائم چلی آرہی ہے اس طریق نبوی ﷺ کے بارے
آنجہانی پرویز جن تمسخرانہ انداز میں تنقید کرتے ہوئے نفی کر رہا ہے کیا اس کے بعد بھی
پرویز کے دجال ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے اور وہ اس نماز کو مسلمانوں کی نماز کہہ کر
طعنہ دے رہا ہے اور پرویزی نماز کی تشریح وہ اس طرح بیان کرتا ہے ﴿اقام الصلواۃ﴾ یعنی
معاشرے کو ان بنیادوں پر قائم کرنا جن پر ربوبیت نوع انسان (**رب العالمینی**) کی
عمارت استوار ہونی چاہیے) نظام ربوبیت۔ ص87)

نئی صلوۃ کی یہ خوب تاویل گھڑی ہے جسکی مثال شاید ہی کہیں ملے۔ پرویز نے نماز کو
مسلمانوں کی نماز کہہ کر خود اس مسلمانوں اور پرویزیوں کے درمیان حد شناخت کھینچ دی ہے کیا
جناب اقبال ادریس اب بھی قارئین کرام کو دھوکہ دے سکتے ہیں کہ ﴿پرویزی﴾ کوئی فرقہ
نہیں جبکہ انکے گرو نے واضح تفریق کر دی ہے۔
ارکان اسلام کے بارے میں مسلمانان پاکستان ذرا پرویزی تمسخر ملاحظہ کرلیں اور اپنے دلوں کو

تھام لیں کہ انکی عبادات و ایمانیات پر کس طرح حملہ کیا جارہا ہے۔
ہماری صلوۃ وہی ہے جو مذہب میں پوجا پاٹ یا اشیور **بھگتی** کہلاتی ہے۔ ہمارے روزے وہی
ہیں جنہیں مذہب میں برت۔ ہماری زکوۃ وہی شے ہے جیسے خیرات۔ ہمارا حج مذہب کی یاترا
ہے ہمارے ہاں یہ سب کچھ اسلئے ہوتا ہے کہ اس سے ثواب ہوتا ہے۔۔۔اب یہ تمام عبادات
اسلئے سرانجام دی جاتی ہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے ان امور کو نہ افادیت سے کچھ تعلق ہے نہ عقل
وبصیرت سے کچھ واسطہ آج ہم بھی اسی مقام پر ہیں جہاں اسلام سے پہلے دنیا تھی۔

قرآنی فیصلے ص (301تا302)

یعنی رسول کریم ﷺ امت کو اسی جہالت کے گڑھے میں چھوڑ گئے ہیں جہاں وہ پہلے تھی
(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ۔لعنتہ اللہ علی الکذبین)یعنی تمام اعمال رسول ﷺ کو
جنہیں آج بھی امت ابتاع سنت میں ادا کر رہی ہے ہندوانہ طور طریقوں کے مشابہ کر دیا ہے
اور آخری جملہ میں پوری امت کو اسلام سے خارج قرار دے دیا ہے یہ ہے صریحاً توہین سنت
اور تضحیک امت رسول ﷺ قارئین کرام اندازہ لگالیں کہ پرویزیت بلاشبہ کسی خارجی مشن
کی تکمیل کیلئے برپا کی گئی ہے اور بزعمہائے طلوع اسلام اس دجالی مشن کی تکمیل کیلئے دن رات
کام کرتے ہے اور پوری مشزی اس کیلئے متحرک ہے آپ اس مشن کے خلاف ایک آواز حق
اٹھائیں دس دجالی پرویزی مختلف ناموں سے اسکی مدافعت کیلئے اٹھ کھڑے ہونگے لیکن انشاء
اللہ حق ان سب کو خس وخاشاک کی طرح بہادیگا۔ غلبہ حق بوجہ نصرت الٰہی مقدر ہو چکا ہوا
ہے۔ مسلمانوں کا اس پر ایمان کامل ہے۔

پرویز پانچ نمازوں کا بھی قائل نہیں اور اپنی من گھڑت تاویل سے صرف دو نمازیں
ثابت کرتا ہے رسول ﷺ کے زمانے میں اجتماعات صلوۃ کیلئے (کم از کم) یہ دو اوقات متعین
تھے جبھی تو قرآن کریم نے ان کا ذکر نام لیکر کیا ہے ۔لغات القرآن ج 3 ص
(1043-1044)۔ پرویز نے سورہ نور کی آیت 58 کا حوالہ دیتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ

Scanned with CamScanner

چونکہ اس آیت میں صلوٰۃ الفجر اور صلوٰۃ العشاء کا ذکر ہے لہذا یہ دو نمازیں ثابت ہوئیں۔ ہماری تشریح طویل ہو جائیگی قارئین کرام خود اس آیت کی تفسیر دیکھ کر فیصلہ کریں کہ پرویز کی دجالیت کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں۔

رمضان المبارک میں صدقہ فطر کے بارے میں نظریہ پرویز ملاحظہ ہو

صدقہ فطر حکومت اسلامیہ کی طرف سے ہنگامی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے عائد کیئے جانے والے ٹیکسوں میں سے ایک ٹیکس ہے (قرآنی فیصلے ص50)

اب اس بارے میں پرویزی تضحیک سنت بھی ملاحظہ ہو

اب سنت رسول اللہ کا صرف اتنا حصہ پیش کیا جاتا ہے کہ نماز سے پہلے صدقہ فطر نکال کر اپنے اپنے طور پر غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو روزے معلق رہ جائیں گے گویا صدقہ فطر ملت کے اجتماعی مصالح کیلئے نہیں بلکہ ڈاک کے ٹکٹ ہیں جنہیں روزوں پر چسپاں کر کے لیٹر بکس میں ڈال دیا جاتا ہے تاکہ روزے مکتوب الیہ (اللہ تعالی) تک پہنچ جائیں۔ (قرآنی فیصلے ص (52,51)

اب حج کے بارے میں پرویزی پرزہ سرائی ملاحظہ فرمایئے جس میں مسلمانوں پر طنز کی گئی ہے

نماز انکی پوجا پاٹ۔ حج انکی یاترا۔ رسوم باقی۔ خود فنا حج کرنے جاتے ہیں تاکہ اپنے سابقہ تمام گناہ بخشوا کر ایسے واپس آئیں جسطرح بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (قرآنی فیصلے ص63)

اس جملے میں پرویز علیہ لعنت نے نبی کریم ﷺ کی ایک معروف اور واضح حدیث پر طعن و طنز کیا ہے۔

حج عالم اسلامی کی بین الملی کانفرنس کا نام ہے۔ (رسالہ قربانی۔ ص3)

یعنی ایک فرض من اللہ کے عبادت کے تصور کو ہی بدل کر رکھ دیا یہ ہے قرآن پاک کی معنوی تحریف۔ قرآنی الفاظ تو نہیں بدل سکے معانی بدل دیئے یہ پرویز کا صریح کفر و الحاد اور زندقہ

ہے اب قربانی کے بارے تصور پرویز ملاحظہ کیجئے

قربانی کیلئے مقام حج کے علاوہ اور کہیں حکم نہیں اور حج میں بھی اسکی حیثیت شرکائے کانفرنس کیلئے راشن مہیا کرنے سے زیادہ نہیں تھی۔

مقام حج کے علاوہ کسی دوسری جگہ (یعنی اپنے اپنے شہروں میں) قربانی کیلئے کوئی حکم نہیں اسلئے یہ ساری دنیا میں اپنے اپنے طور پر قربانیاں ایک رسم ہے ذرا حساب لگایئے اس رسم کو پورا کرنے میں اس غریب قوم کا کس قدر روپیہ ہر سال ضائع ہو جاتا ہے۔

(قرآنی فیصلے ص69)

مذہبی رسومات کی ان دیمک شوردہ لکڑیوں کو قائم رکھنے کیلئے طرح طرح کے سہارے دئے جاتے ہیں کہیں قربانی کی سنت ابراہیمی قرار دیا جاتا ہے کہیں اسے صاحب نصاب پر واجب ٹھہرایا جاتا ہے کہیں اسے قرب الہی کا ذریعہ بتایا جاتا ہے اور کہیں اسے دوزخ سے محفوظ گزر جانے کی سواری بتا کر دکھایا جاتا ہے۔ (قرآنی فیصلے ص64)

قربانی کے بارے تمام احادیث نبوی ﷺ کی تضحیک کی جاری ہے اب آیئے زکوۃ کے بارے پرویزی نظریہ ملاحظہ ہو

زکواۃ اس ٹیکس کے علاوہ کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے اس ٹیکس کی کوئی شرح مقرر نہیں کی گئی (قرآنی فیصلے ص35)

اب زکواۃ کے بارے میں پرویزی انکار ملاحظہ فرمائیں۔

آج کل زکواۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حکومت ٹیکس وصول کر رہی ہے اگر یہ حکومت اسلامی ہو گئی تو ٹیکس زکوۃ ہو جائیگا ایک طرف ٹیکس اور اسکے ساتھ دوسری طرف زکوۃ قیصر اور خدا کی غیر اسلامی تفریق ہے۔ (قرآنی فیصلے ص35)

ادائیگی زکوۃ کی حکمت اور اسکے مصرف کے بارے قرآن و حدیث میں واضح صراحت موجود ہے لیکن پرویزی الحاد نے اسے حکومتی ٹیکس سے موسوم کر دیا ہے معلوم نہیں کونسے پرویزی

Scanned with CamScanner

قرآن سے یہ ثابت ہے۔

اب جنت ودوزخ کے بارے پرویزی عقیدہ پیش خدمت ہے۔

﴿جنت ودوزخ مقامات نہیں انسانی ذات کی کیفیات ہیں (لغات القرآن۔ج12 ص449) آخرت سے مراد مستقبل ہے ہمیشہ مستقبل پر نگاہ رکھنے کا نام ﴿ایمان بالاخرت ہے﴾ (سلیم کے نام خط نمبر 2221 ص124

یہ ہیں ضروریات دین کے بارے پرویزی عقائد و نظریات انکی ان تحریروں کی روشنی میں پرویز نے ان امور کاانکاری نہیں کیابلکہ اس سے بھی آگے بڑھکر انہیں یکسر بدل کر پیش کیا ہے یعنی اللہ ورسول کے قائم کیئے ہوئے طریقوں کو بدل کر نیارنگ دے دیا ہے۔ یہی نہیں پرویز کا عقیدہ ہے کہ قوانین اسلام اور عبادات میں ردوبدل ہو سکتا ہے چنانچہ پرویزی اہلسیت ملاحظہ ہو۔

شریعت محمد یہ صرف آنخضرت ﷺ کے عہد مبارک کیلئے تھی نہ کہ ہر زمانہ کیلئے بلکہ ہر زمانے کی شریعت وہ ہے جسکو اس عہد کا مرکز ملت (یعنی حکومت) اور اسکی مجلس شوری مرتب ومدون کرے (مفہوم عبادت۔مقام حدیث ج1 ص39

﴿مرکز ملت کو اختیار ہے کہ وہ عبادات، نماز، روزہ معاملات، اخلاق غرض جس چیز میں چاہے ردوبدل کردے﴾ (مفہوم قرآنی فیصلے ص424)

مرکز ملت اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت نماز کی کسی جزوی شکل میں میں ردوبدل کر سکتا ہے۔

(مفہوم قرآنی فیصلے 14/15)

پرویز کے دینی ردوبدل اور تحریف قرآن کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ احادیث نبوی ﷺ تھیں لہذہ اس نے اس رکاوٹ کو یہ کہہ کر خودی دور کردیا اور دین محمد یہ ﷺ پر اپنی ابلیسی تلوار چلا کر سب نقشہ بدل کر رکھ دیا

﴿حدیث عجمی سازش ہے اور جھوٹ۔جو مسلمانوں کا مذہب ہے﴾

(مقام حدیث ج 2 ص122)

قارئین کرام مندرجہ بالا پرویزی تحریری اقتباسات ذہن میں رکھتے ہوئے جناب اقبال ور اس کے سفید جھوٹ اور دجل پر غور کریں جس کا اظہار انہوں نے اپنے مضمون میں یوں کیا ہے یہ حضرات علامہ پرویز کی کتابوں سے اقتباسات، سیاق وسباق سے الگ کر کے سادہ لوح عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں---ایسے ایسے جھوٹ بولے جاتے ہیں کہ شیطان بھی پناہ مانگے۔

قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ کیا پرویز کے ایک ایک جملے کا مطلب واضح نہیں ہے کیا ایسا لگتا ہے کہ ان جملوں کو سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کیا گیا ہے ہر جملہ اپنا کامل اور حتمی مطلب رکھتا ہے اور وہ پرویزی بحث کا نچوڑ اور نتیجہ سے ظاہر ہے پرویز کی پوری بحث جو فضولیات ولغویات پر مشتمل ہے پیش کرنا ممکن نہیں۔

جناب اقبال ادریس کے مضمون کا اقتباس درج ذیل ہے قارئین کرام اس کے مندرجات اور ہماری بیان کردہ تصریحات کا موازنہ کر کے حق وباطل اور سچ وجھوٹ کے بارے خود فیصلہ کریں

﴿کسی پر بہتان تراشی اور جھوٹ باندھنے سے انسان کو جو چیز روک سکتی ہے وہ ہے ﴿یوم آخرت﴾ پر ایمان۔روز محشر کسی کے سامنے جوابدہ ہونے اور اللہ کے ہاں باز پرس کا احساس۔مذکورہ اشتہار کے مطابق بانی تحریک طلوع اسلام علامہ غلام احمد پرویز نے نماز، زکوۃ، حج، جنت ودوزخ سے متعلق آیات قرآنی اور حضور ﷺ کی احادیث سے انکار کیا ہے اس جھوٹ واختراع کی کسی عام مسلمان سے توقع نہیں کی جاسکتی کجاکہ مذہب کے علمبردار دھڑلے سے اسے دہراتے چلے جائیں۔

ہم نے تو حقیقت حال ثبوت کے ساتھ اوپر کھول دی ہے بزم طلوع اسلام کے ابلیسی پلیٹ فارم سے جناب اقبال ادریس نے جس ابلیسانہ بے باکی اور دھڑلے سے آنجہانی پرویز کی

دجالیت اور ابلسیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی اس سے تو ابلیس بھی شرما گیا ہوگا-

پرویزی مدافعت کیلیے بزم طلوع اسلام کی ابلیسی مجلس شوری نے ایک اور عجیب حیلہ اختیار کیا
ہے جسکو وہ اپنے ہر مضمون میں انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اپنے صریح کذب
و جھوٹ پر ذرا بھی نہیں شرماتے-اس سلسلے میں جناب اقبال ادریس کے مضمون کی یہ عبارت
ملاحظہ ہو

﴿تحریک طلوع اسلام سے علامہ غلام احمد پرویز سے ان لوگوں کی دشمنی آج کی نہیں بلکہ اس
وقت سے ہے جب تحریک پاکستان کی لڑائی میں مذہب کے اجارہ دار ایک طرف اور
قائداعظم کی مدبرانہ قیادت میں طلوع اسلام اور علامہ غلام احمد پرویز دوسری طرف تھے-یہ
لوگ وہ جھوٹ آج تک نہیں بھولے کہ دین کے محاذ پر ﴿نظریہ پاکستان﴾ کے تحفظ کا تاج
طلوع اسلام اور علامہ پرویز کے سر پر سجا تھا اور ان تمام دشمنان نظریہ پاکستان کو شکست فاش
ہوئی تھی-

حافظ
کمپیوٹر کمپوزنگ
اینڈ پرنٹنگ سروسز
✆ 2565886
پروپرائیٹر
حافظ محمد جعفر
رحمانیہ مارکیٹ دوکان نمبر 2
محلہ جنگی پشت قصہ خوانی پشاور شہر

بنوں
برانڈ
ٹریڈ مارک
معیار میں اعلی
توابل الادم
سولہ ١٦ اجزاء مجموعہ
بنوں
سالن مصالحہ
مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ، کالی مرچ
دار چینی، الائچی کلاں، انجوزہ، انار دانہ، تیز پتہ
جائفل، لونگ، اور ٹر پاوڈر
تیار کردہ:- مقبول الرحمن، شاقیاز خان
گل آباد کالونی زاک روڈ پشاور - پاکستان